نصرۃ میگزین شمارہ ۴۰

جنوری / فروری ۲۰۱۸ بمطابق

ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۳۹ ہجری

نُصرۃ میگزین

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۸-۱۷۳

بے حس و حرکت حکمرانوں کے سامنے ٹرمپ کا اعلان اُن کے منہ پر۔۔۔

القدس کی آزادی کے لیے مظاہرے

مالک کائنات کی نگاہ میں بلند ترین مرتبے کی کوشش کرو

جنگ میں کفار سے مدد لینے کے متعلق حنفی فقہا کی رائے

عرب بہار سے حاصل ہونے والے اسباق

نصرة میگزین

جنوری / فروری 2018 بمطابق ربیع الثانی / جمادی الاول 1439 ہجری

اس شمارے میں

فوجی صلاحت اور سیاسی عزم و ارادے کا امتزاج	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 173-168	شیخ عطاء بن خلیل ابو الرَشتہ	2
مالک کائنات کی نگاہ میں بلند ترین مرتبے کی کوشش کرو	مصعب عمیر	6
مجھے تمہارے چھ معاملات کی فکر ہے	ابو نضار الشامی	9
جنگ میں کفار سے مدد لینے کے متعلق حنفی فقہا کی رائے	عثمان بدر	12
عرب بہار سے حاصل ہونے والے اسباق	بلال مہاجر	14
روہنگیا بحران: تاریخ اور سیاست	خالد عزیز	16
بے حِس و حرکت حکمرانوں کے سامنے ٹرمپ کا اعلان اُن کے منہ پر	حزب التحریر	21
جرأت سے عاری پاکستانی حکمران مذاکرات کے ذریعے	حزب التحریر ولایہ پاکستان	24
جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے گی	حزب التحریر ولایہ پاکستان	26
حرام مال (سرمایہ) کو ضائع کرنا	سوال و جواب	28
زکوٰۃ اور باپ بیٹے کا قرض	سوال و جواب	31
سعودی عرب میں کیا ہو رہا ہے؟ امریکہ اس تمام معاملے میں کہاں کھڑا ہے؟	سوال و جواب	35
القدس کی آزادی کے لئے مظاہرے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	39

اداریہ: فوجی صلاحت اور سیاسی عزم و ارادے کا امتزاج

فلسطین کے مسلمانوں کی جانب سے مسجد الاقصیٰ کی آزادی کے لیے پاکستانی آرمی کو پکارنا پاکستان بھر میں مشہور و معروف بات بن چکی ہے۔ مسجد الاقصیٰ سے طاقتور پکار کی وڈیو سوشل میڈیا کے ذریعے امت کے مختلف طبقات کے درمیان وسیع پیمانے پر پھیل گئی جس میں افواج بھی شامل ہیں۔ اس وڈیو کو بہت پسند کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے خود پر مسلط حکمرانوں کی اور بے حسی و بے عملی کو شدت سے محسوس کیا اور ان کی اس مجرمانہ غفلت کی مسلمانوں نے بھرپور مذمت کی۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ افواجِ پاکستان مسجد الاقصی کو آزاد کرانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ شاہین-3 میزائل 2750 کلومیٹر فاصلے تک اپنے ہدف کو نشانہ بنا سکتا ہے اور اگر اسے بلوچستان کے مغربی علاقے سے فائر کیا جائے تو وہ قابض یہودی وجود کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے۔ (اسی طرح اگر اسے پاکستان کے مشرقی علاقے سے فائر کیا جائے تو برمی قصابوں کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے)۔ پاکستان کی فضائی افواج کے پائیلٹس کا شمار دنیا کے بہترین پائیلٹس میں ہوتا ہے۔ پاکستان کے اسپیشل سروسز گروپ کے کمانڈوز نے دنیا بھر میں ایلیٹ فورسز کے مقابلوں میں دوسری افواج کی ایلیٹ فورسز کو پیچھے چھوڑا ہے۔ انہیں بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے اور انہیں شکست دینے کا زبردست تجربہ حاصل ہے اور ایک ساتھ مختلف محاذوں پر لڑنے کی صلاحیت بھی حاصل ہے۔ ان تمام باتوں سے بڑھ کر مسلمان سپاہی اور آفیسر آخرت میں کامیابی کے جذبے سے لڑتا ہے۔ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی افواجِ پاکستان کو تعینات کیا گیا تو میدانِ جنگ میں ان کی بہادری کے قصے مشہور و معروف ہوئے۔ اس کے برعکس لائن آف کنٹرول کے اس طرف بزدل بھارتی افواج کی حقیقت سب پر واضح ہے جن کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو صرف رات کو شور ہی کر سکتا ہے جبکہ ان بزدل بھارتی افواج کے مدِمقابل مضبوط، پُرعزم اور حوصلے کی حامل پاکستان کی مسلم افواج ہیں۔ جدید ہتھیار حقیقی مردوں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ "مشن کو پورا کرو یا اس کی خاطر اپنی جان قربان کردو"(do or die)کا جذبہ ہماری افواج کے سپاہیوں اور آفسران کے خون میں شامل ہے۔ یقیناً ہمارے پاس بھرپور فوجی صلاحیت موجود ہے لیکن اس صلاحیت کو میدان جنگ میں استعمال کرنے کے احکامات موجود نہیں ہیں۔

مسلم افواج کو مسلم سرزمینوں کی آزادی کے احکامات سیاسی عزم و ارادے کے بغیر کبھی نہیں ملیں گے۔ مسلم دنیا کے موجودہ حکمرانوں نے واضح طور پر دیکھا دیا ہے کہ وہ دنیا کی بڑی طاقتوں کے غلام ہیں جو یہودی قبضے کی حمایت کرتی ہیں۔ او آئی سی کے نام کا مطلب کچھ بھی ہو لیکن مسلمانوں کے لیے یہ ایک مفلوج تنظیم ہے جو کبھی حرکت میں نہیں آتی چاہے مسلمانوں پر دنیا کے کسی بھی حصے میں کتنے ہی خوفناک مظالم کیوں نہ کیے جا رہے ہوں۔ سیاسی عزم و ارادہ مصر، ترکی اور اردن کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنے اڈے پاکستانی افواج کے لیے کھولیں۔ مشترکہ فوجی کارروائی یقینی طور پر یہودی قبضے کا خاتمہ کردے گی جبکہ صرف اردن کی فوج ہی تنہا فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے کافی ہے۔ سیاسی عزم و ارادہ امریکہ کے ساتھ اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا، اس کے سفارت خانوں کو بند اور سفارت کاروں کو نکال باہر کرے گا۔ اس وقت مسلم قیادت میں سیاسی عزم و ارادہ موجود نہیں ہے کیونکہ حکمرانوں کا ارادہ محض ذاتی مفادات کا حصول ہے اسی لیے اسلام اور مسلمان تو ان کی سوچ میں کہیں موجود ہی نہیں ہیں۔ آمریت، جمہوریت اور بادشاہت کبھی وہ کام نہیں کریں گے جس سے سیاسی عزم و ارادہ پیدا ہو اور اس کے ذریعے مسلمانوں کے علاقے آزاد کرائے جائیں۔

مسلم دنیا میں سیاسی عزم و ارادہ صرف اسی صورت میں آئے گا جب ان علاقوں میں اسلام کی حکمرانی واپس آئے گی۔ ایسی ریاست کے قیام کے بغیر مقبوضہ مسلم علاقوں کو آزاد کرانے کا سیاسی ارادہ کبھی پیدا نہیں ہو گا جس کو مسلمانوں کے عقیدے اور اقدار کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہو۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو مسلمانوں میں ناانصافی اور ظلم کے خلاف حرکت میں آنے کا جذبہ پیدا کرے گا جیسا کہ اس سے قبل وہ صدیوں تک اسلامی حکمرانی کے دور میں کرتے رہے ہیں چاہے وہ ظلم فلسطین، میانمار (برما) یا مقبوضہ کشمیر سمیت کہیں بھی ہو رہا ہو۔ یہ صرف اسلام کا نفاذ ہی ہو گا جو مسلمانوں کے امور کو منظم کرے گا اور معیشت سے لے کر تعلیم تک ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان کی صلاحیتوں کو پورا پورا استعمال میں لائے گا۔ اور یہ صرف ریاستِ خلافت ہی ہو گی جو ایک ایسے پلیٹ فارم کا کردار ادا کرے گی جو موجودہ مسلم ممالک کو یکجا کر کے انہیں دنیا کی ایک باوسائل اور طاقتور ریاست میں ڈھال دے گی۔ اب اہلِ قوت پر منحصر ہے کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے واپسی کے لیے نُصرۃ فراہم کریں اور بالآخر امریکی ظلم و جبر کا خاتمہ کردیں۔

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 168-173

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

بسم الله الرحمن الرحيم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّبًا وَ لاَ تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ * إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ * وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلاَ يَهْتَدُونَ * وَ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لاَ يَسْمَعُ إِلاَّ دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ * يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُو اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ * إِنَّمَاحَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرة:168-173).

"اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تو تم کو یہی حکم دے گا کہ تم بدی اور بے حیائی کے کام کرو اور اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ نے اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے بھلا کیا اس صورت میں بھی (ان کو یہی چاہیے) جب ان کے باپ دادا (دین کی) ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور انہوں نے کوئی (آسمانی) ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو؟ اور جن لوگوں نے کفر کو اپنالیا ہے ان کو (حق کی دعوت دینے) کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان (جانوروں) کو زور زور سے بلائے جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، لہٰذا کچھ نہیں سمجھتے۔" اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو۔ اُس نے تو تمہارے لیے بس مردار جانور، خون اور سور کو حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ لذّت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔" (البقرۃ:173-168)

1- گزشتہ آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایمان اور وحدانیت کے دلائل بیان کیے، پھر مسلمانوں کی اللہ کے ساتھ شدید محبت، کفار کی اپنے بتوں کے ساتھ محبت اور ان کی بت پرستی کی وجہ سے ان کے لیے جو دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے، بیان کیا۔ اب مذکورہ آیات میں اپنے انعامات اور رزاقیتِ عامہ کا ذکر فرمایا ہے جس سے سارا عالمِ بشریت حتی کہ کفار بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔ ان آیات میں انسانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ زمین کی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھائیں، اور یہاں کھانے (**كُلُوا**) کا امر اباحت (اجازت) کے لیے ہے۔

(وَلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ) یہاں نہی تحریم کے لیے ہے، یعنی شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو اور اس کی پیروی مت کرو۔

(إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِين) یعنی اس کی دشمنی کھلی ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان کے منصوبے خواہ کتنے ہی مستحکم کیوں نہ ہوں اور وہ کتنا ہی سوچ بچار سے اپنے منصوبے بنائے، مگر اس کے باوجود سلیم العقل اور سلیم الفطرت انسانوں کی نظروں میں بے نقاب ہوجاتے ہیں، ایسے لوگ شیطانی منصوبوں کی جالوں میں پھنس کر دھوکہ نہیں کھاتے، کیونکہ شیطان جس کام کی طرف دعوت دیتا ہے اس کی بدی ان پر آشکارا ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ بیان فرماتے ہیں کہ شیطان کبھی بھی خیر اور بھلائی کا حکم نہیں دیتا بلکہ وہ ہر قسم کی برائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ خواہ اس کی سزا ایسی ہو جو حد (شرعی سزا) تک نہ پہنچتی ہو، اس کو قرآنی اصطلاح میں سوء کہتے ہیں یا اس برائی کی سزا حد (شرعی سزا) تک پہنچتی ہو، اس کو فحشاء کہتے ہیں، جیسا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یا فحشاء سے مراد وہ برائی ہے جو کفر تک پہنچائے، مثلاً حلال و حرام کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا، جیسا کہ مشرکین کرتے تھے، **(وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ)**" اور اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم نہیں ہے"۔ آیت کے اس آخری حصے میں مشرکین کی اسی بد عملی کا بیان ہے۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کے اوامر و نواہی کی پابندی ضروری ہے، اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب نہ کی جائیں ورنہ یہ بہت بڑا جھوٹ اور عظیم بہتان ہو گا۔

2- پھر اللہ سبحانہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جو شیطان کی پیروی کرتے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا

ہے کہ شرع الٰہی کو اپناؤ تو جواب میں کہتے ہیں؛ہم تو صرف اسی طریقے پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو دیکھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان کی اس حالت پر تعجب فرماتے ہیں اور ان کے اس جواب کی مذمت اور ناپسندیدگی کے اظہار کے ساتھ ان کی سرزنش کرتے ہیں کہ یہ لوگ اندھا دھند بغیر کسی غور و فکر کے اپنے باپ داداؤں کی تقلید کرتے ہیں،حالانکہ یہ لوگ اس حقیقت کو بھی جانتے بوجھتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ایک باطل ملت کے پیروکار تھے،اور اس پر عمل در آمد کرتے تھے جبکہ انہیں نہ عقل تھی نہ ہدایت۔

(أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلاَ يَهْتَدُونَ) (**أَوَلَوْ**) میں ہمزہ لایا گیا ہے ،یہ اِستِنکار (اظہار نفرت) کے لیے ہے،یعنی ان کی یہ حالت اللہ کے ہاں سخت قابل مذمت،تعجب خیز اور قبیح ہے۔ ہمزہ کے بعد واؤ حالیہ ہے(واو حالیہ "جبکہ" کے معنی میں ہوتا ہے)اب معنی یوں ہوں گے کہ یہ لوگ اپنے آباء کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ ان کی آباء کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی عقل و سمجھ اور ہدایت کے خود سے ایک دین بنا لیا تھا اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

3- پھر اللہ تعالیٰ ان کفار کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں،جو اپنے آبا ؤ اجداد کی گمراہی پر ہونے کے باوجود ان کی تدبر اور غور و فکر کے بغیر پیروی کرتے ہیں ، اس مثال کے ذریعے بتلانا یہ مقصود ہے کہ ان کفار کو جس خیر (دین اسلام) اور ما انزل اللہ کی پیروی کرنے کی دعوت دی جاتی ہے،اِس دعوت سے فائدہ اُٹھانے میں ان کی مثال ان جانوروں جیسی ہے جو چرواہے کی آواز کو صرف اتنا ہی سمجھ لیتے ہیں کہ کسی نے آواز دی ہے،اس کے معنی کی کوئی خبر ان کو نہیں ہوتی، یہ جانور صرف چرواہے کی پکار یا آواز سنتے ہیں جو دور یا نزدیک سے ان کے کانوں میں پڑتی ہے۔ یہ کنایہ ہے غور و فکر نہ کرنے، ادراک اور درست سمجھ کے نہ ہونے سے، جس میں یہ کفار اور جانور شریک ہیں۔

(يَنْعِقُ) **نَعِيق** سے ہے ،**نعیق** عربی زبان میں چرواہے کی للکار، جھڑکی اور ہانک پکار کو کہتے ہیں۔

(بِمَا لاَ يَسْمَعُ إِلاَّ دُعَاءً وَنِدَاءً) **بِمَا** کا تعلق **يَنْعِقُ** کے ساتھ ہے ،یعنی ایسے جانوروں کو جھڑکتا ہے

> وہ کافر جن کو جب اللہ کے نازل کردہ کی پیروی کرنے کا کہا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں، نہیں ہم تو اس دین کو مانتے ہیں جس پر ہمارے باپ دادا کاربند تھے، چاہے وہ کتنا ہی باطل کیوں نہ ہو

جو آوازیں تو سن لیتے ہیں مگر ان آوازوں کے کیا معنی ہیں،یہ نہیں سمجھتے،اور یہاں لفظِ "ما" جو غیر عاقل کے لیے آتا ہے، اس لیے ذکر کیا تا کہ جانوروں کے بے عقل ہونے کی طرف اشارہ کیا جائے۔

(إِلاَّ دُعَاءً وَنِدَاءً) یہاں دو لفظ مذکور ہیں : دعاء اور نداء۔ دعا نزدیک کے لیے اور نداء دور کے لیے استعمال ہوتا ہے،یعنی جانور فقط دور یا نزدیک سے آنے والی آواز کو پہچان لیتے ہیں۔

آیت کے مکمل معنی اس طرح ہوں گے کہ وہ کافر جن کو جب اللہ کے نازل کردہ کی پیروی کرنے کا کہا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں، نہیں ہم تو اس دین کو مانتے ہیں جس پر ہمارے باپ دادا کاربند تھے، چاہے وہ کتنا ہی باطل کیوں نہ ہو، سو ہم بنا کسی غور و نظر کے ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کی مثال سمجھ بوجھ اور وعظ و نصیحت حاصل کرنے میں جانوروں جیسی ہے جن کو آتے جاتے چرواہا ہانکتا جاتا ہے تو وہ صرف اس کی آواز ہی سن لیتے ہیں ، ان آوازوں کے معانی اور مدلولات کے بارے میں انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ یہ آواز ان کے حق میں اچھی ہے یا بری؟ یہ کوئی جھڑکی ہے یا ان کی مدح میں دی جا رہی ہیں، انہیں اچھے برے کی کوئی تمیز نہیں ہوتی، حالانکہ یہ آوازیں ان کو جھڑکنے کے لیے ہی دی جاتی ہیں۔

تو جیسے جانور معنی سمجھے بغیر آتے جاتے ان آوازوں کو سنتے ہیں،اسی طرح یہ مقلدین بھی اپنے آبا ؤ اجداد کے دین پر عمل کرتے ہیں، جبکہ اس دین کی ان کو کوئی سمجھ نہیں اور رشد و ہدایت تک رسائی کے لیے غور و فکر سے کام نہیں لیتے، بلکہ یوں ہی اس آبائی دین کے اعمالِ باطلہ اور گمراہ کن نظریات کو اپنائے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت گویا ایسی ہو چکی ہے کہ ان کے کان ہی نہیں جن کے ذریعے وہ سنیں، نہ ان کی زبانیں ہیں جن کے ذریعے سے وہ بات کر سکیں، نہ ہی ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں۔ اس حالت میں ان کی سمجھ مفقود ہو چکی ہے، چنانچہ فرمایا:**(صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ)** "یہ گونگے بہرے اندھے ہیں، لہٰذا کچھ نہیں سمجھتے۔"

4- عام لوگوں سے خطاب کے بعد اب اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خصوصی خطاب فرماتے ہیں۔ یہ مسلمانوں سے اللہ کی رضامندی اور ان پر خاص رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرماتے ہیں۔ مومن بندے اس کی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاتے ہیں، مسلمانوں کا

اللہ پر ایمان بھی ہوتا ہے اور صرف اسی کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ (جلّ ثناءہٗ) خطابِ عام کے بعد ان سے یہ خصوصی خطاب ان کے لیے اپنی رضا اور نعمتوں کی تیاری پر دلالت کرتا ہے۔ فرمایا: **(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ)**" اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو"۔

5-**(إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ)**" اُس نے تو تمہارے لیے بس مردار جانور، خون اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جسے اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔" یعنی مذکورہ اشیا کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ عرب کے ہاں جب کھانے کی کسی چیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حرام ہے تو مراد یہ لیا جاتا ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، یہ بتلانے کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ مثلاً **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ** " تم پر مردار جانور حرام کر دیا گیا ہے"(المائدہ:3)، مراد ہے، اس کا کھانا حرام کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح پینے کی کسی شے کے بارے میں جب تحریم کا اطلاق کرتے ہیں کہ یہ حرام ہے، تو مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کا پینا حرام ہے، مثلاً حدیث میں فرمایا گیا ہے :**((كلُّ مُسكرٍ خمرٌ و كُلُّ خمرٍ حرامٌ))**" ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے"(مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔ یعنی اس کا پینا حرام ہے۔ اور جب عورتوں کے حوالے سے حرام کا اطلاق کیا جائے تو مقصود نکاح کی حرمت ہوتی ہے، جیسے یہ آیت :**(حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ)** "تمہاری مائیں اور بہنیں تم پر حرام ہیں"(النساء:23) یعنی ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

یہ اس لیے کہ عربوں کے ہاں جب ایک لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا معنی لازم بھی اس میں داخل ہوتا ہے، اس لازم کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

(إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ) "اس (اللہ) نے تم پر مُردار حرام کیا ہے" میتہ (مردار) ایک عام لفظ ہے، اس کا اطلاق ہر ایسے جانور پر ہوتا ہے جسے شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو، یعنی ذبح یا نحر جس کا بیان احکامِ شریعت میں کیا گیا ہے۔

جن جانوروں کو کھانا حلال کیا گیا، وہ صرف اس صورت میں میتہ (مردار) قرار دیے جائیں گے جب شرعی ذبح کے بغیر مر جائیں، وہ جانور جس کا گوشت ہی حرام ہے وہ بہر صورت میتہ (مردار) کہلائے گا، خواہ اسے شرعی طریقے یا کسی اور طریقے سے ذبح کیا

البتہ مردار کے یہ معنی ایسے جانور کے ہیں، جس کے لیے ازروئے شرع ذبح کرنا ضروری ہو یعنی مویشی اور وہ جانور جس کا کھانا حلال کیا گیا ہو، اس کے علاوہ **مَیتہ** (مردار) کا اطلاق ان دیگر جانوروں پر بھی ہوتا ہے جن کا کھانا حرام کیا گیا، خواہ اُسے قتل کیا گیا ہو یا اپنی موت مر جائے یا شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن جانوروں کو کھانا حلال کیا گیا، وہ صرف اس صورت میں میتہ (مردار) قرار دیے جائیں گے جب شرعی ذبح کے بغیر مر جائیں، وہ جانور جس کا گوشت ہی حرام ہے وہ بہر صورت میتہ (مردار) کہلائے گا، خواہ اسے شرعی طریقے یا کسی اور طریقے سے ذبح کیا جائے ۔

میتہ میں زندہ جانور کا کوئی بھی جز و داخل ہے جو اس سے کاٹ لیا جائے یا کسی اور وجہ سے اس سے خود الگ ہو جائے، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:**(ما قُطِعَ من البهيمَةِ وهي حيةٌ فهو ميتَةٌ)**" زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ کر الگ کر دیا جائے وہ عضو میتہ (مردار) ہے۔"(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

میتہ لفظِ عام ہے، یہ ہر مردار جانور پر بولا جاتا ہے، سوائے یہ کہ تخصیص کی کوئی دلیل وارد ہو، یہاں دلیلِ تخصیص وارد ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے : **((أُحلّت لنا ميتتانِ ودمانِ : السمك والجراد والكبد والطحال))** " ہمارے لیے دو مردار حلال کر دیے گئے، مچھلی اور ٹڈی ، اور دو خون حلال کر دیے گئے ہیں جگر اور تلی۔"(ابن ماجہ، مسند احمد)

(وَالدَّمَ) "خون" یہ بھی لفظِ عام ہے، چنانچہ یہ ہر خون پر بولا جاتا ہے، سوائے یہ کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے، جو حرام خون میں تخصیص کرتی ہو، یہاں بھی تخصیص کرنے والی دلیل موجود ہے، جیسا کہ سابقہ حدیث میں بتایا گیا: "دو خون حلال کر دیے گئے ہیں" اس حدیث کی بنیاد پر آیت میں ذکر شدہ مطلق خون کی حرمت کا حکم اُس خون کے ساتھ خاص کیا گیا جو جگر اور تلی کے علاوہ میں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دلیلِ مُخَصِّص سورۃ الانعام میں بھی آئی ہے :**(أَو دَمًا مَسفُوحًا)** "بہتا خون"(الانعام: 145) الانعام کی

اس آیت میں خون کے ساتھ مسفوح کی قید لگائی گئی ہے، مسفوح کے معنی ہیں، ذبح شدہ جانور سے فوارہ کی مانند جوش مارتا ہوا بہنے والا خون۔ الانعام کی اس آیت اور مذکورہ حدیث کو دیکھتے ہوئے مذکورہ بالا آیات میں جس مطلق خون کا ذکر ہے، اس سے مراد بہتا ہوا خون ہے اور وہ خون جو جگر اور تلی کے علاوہ میں ہوتا ہے۔

(وَلَحْمَ الْخِنزِير) "اور خنزیر کا گوشت" خنزیر (سور) مشہور جانور ہے۔

(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ)"اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو" مثلاً بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور اسے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے نامزد کیا جائے۔ یہاں (ما) صیغہ برائے عموم (Form of commonness) ہے، اس میں **ہر ما اهل به لغير الله** شامل ہے، خواہ بتوں کے واسطے ذبح کیا گیا ہو یا کسی اور کے لیے۔ **(أُهِلَّ)** اہلال سے ہے، اس کے معنی ہیں آواز بلند کرنا، پس جو شخص اللہ کے علاوہ کسی کا نام لے کر جانور کو ذبح کرے، اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

6-(فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجبوری کی حالت میں ان حرام اشیا میں سے کھالے، تو اللہ بخشنے والا بھی ہے مہربان بھی ،(اسی مغفرت و رحمت کے پیش نظر) اس حالت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

مگر مجبوری کی حالت میں کھانے کا گناہ اٹھ جانا بھی اس شرط پر ہے جب کہ دو امور کا خیال رکھے، اگر وہ دو امور ثابت اور موجود ہوں تو گناہ نہیں ہو گا، بصورتِ دیگر اس کا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا اور اس کو سزا ہو گی، ان دو امور کا ذکر اسی آیت میں آیا ہے، یہ دو اُمور لفظِ **غیرَ** کے لیے مضاف الیہ واقع ہوئے ہیں، یعنی **غیرَ باغٍ** اور و **لا عاد** ۔

(غیرَ باغٍ) باغٍ بمعنی ظالم، اور غیر باغٍ کا معنی غیر ظالم ۔ کسی چیز کو اس کی اپنے مقام و محل کے علاوہ دوسرے مقام میں رکھنا ظلم کہلاتا ہے، آیت میں مردار کھاتے وقت ظالم نہ ہونے کی شرط ہے، اب ظالم نہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ زندگی بچانے کی خاطر صرف مجبوری کی وجہ سے کھائے، اگر اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے کھائے گا، اس صورت میں وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا، کیونکہ اس کو اپنی جگہ کے علاوہ میں رکھا، وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مردار جانور کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، اس کا مقام و محل یہ ہے کہ اسے نہ کھایا جائے، سوائے شدید اضطراری حالت کے ، کہ اس کے ذریعے زندگی بچانا ہی مقصود ہو۔ سو اگر اس حالت میں وہ کھائے گا تو یہ بھی اس کا اپنا مقام و محل ہے ، اگر مجبوری اور اضطرار کے بغیر اللہ کے حرام کردہ اشیا میں سے کھالے ،یعنی زندگی بچانے کی خاطر نہ ہو، تو یہ کہا جائے گا کہ اس کھانے کو بے محل استعمال کیا، اس طرح وہ باغی یعنی ظالم قرار پائے گا۔

ہم نے **باغٍ** کے یہی معنی کیے ہیں، یعنی یہ کہ مردار کھانے کو بے محل استعمال کرنے والا باغی ہے، اور یہ کہ اس کا بر محل استعمال، زندگی بچانے کی خاطر مجبور ہو کر کھانا ہے، یہ ہم نے اس لیے کہا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں اس کو **(فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ)**(المائدہ /3) سے تعبیر کیا ہے۔ سورۂ المائدہ کی یہ آیت اور سورہ ٔبقرہ کی مذکورہ بالا آیت **(فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ)** دونوں کا موضوع ایک ہے، دونوں جگہ حرام اشیا کے بعد اسی حکم کو ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا دونوں کے معنی ایک کیے جائیں اور وہ یوں ہے:

(فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ)(المائدہ/3)" یعنی شدید بھوک کی عالم میں، زندگی بچانے کے لیے، **غیر باغٍ** کا بعینہٖ یہی معنی ہے، یعنی غیر ظالم ہونے کی حالت میں، اور جب ظالم نہیں ہو گا، تو مردار کھانے کا استعمال اپنے محل میں کرے گا، یعنی زندگی بچانے کی خاطر اس کو کھائے گا۔ یوں دونوں آیتوں کا مطلب و مفہوم ایک ہوا۔

ب۔ **(وَلاَ عَادٍ)** یعنی مہلک بھوک کے وقت زندگی کی حفاظت کے لیے ضروری حدود پھلانگنے والا نہ ہو، چنانچہ بقدرِ حاجت کھائے اوران محرمات سے حصولِ لذت کی حد تک معاملے کو نہ بڑھائے یا یہ کہ حلال خوراک موجود ہونے کے باوجود جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے، مردار کھانا چاہے۔ پس اگر حاجت کی مقدار سے زیادہ کھایا یا حلال اور پاکیزہ خوراک ملنے کے باوجود، اللہ کی حرام کردہ خوراک استعمال کرے ،تو اس صورت میں اس نے جان بوجھ کر گناہ کیا اور ایسا شخص گناہ میں رغبت رکھنے والا ہے ، یہی معنی سورہ مائدہ کی اسی دوسری آیت کے بھی ہیں **یعنی غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ** " یعنی قصداً گناہ میں رغبت کرنے والا نہ ہو اور اس کی طرف میلان رکھنے والا نہ ہو"۔

آپ کا بھائی،
عطاء بن خلیل ابو رشتہ
22رمضان المبارک1438ہجری
17جون2017

مالک کائنات کی نگاہ میں بلند ترین مرتبے کی کوشش کرو

تحریر: مصعب عمیر

جب دولت، حسب نسب اور طاقتور لوگوں تک رسائی کے ذریعے دنیاوی مرتبہ اور مقام کی خواہش ایک شخص کو گرفت میں لے لیتی ہے تو وہ اسے مفلوج و ناکارہ کر دیتی ہے۔ یہ ایک خطرناک کرپشن ہے جو ایک شخص کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے جو اسلام سے وفاداری اور اس کے احکامات کی پابندی کرنا چاہتا ہے۔ جو شخص دنیاوی مقام کی بناپر خود کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے، تو یہ اسے دوسروں کی نصیحت سننے سے روکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص دنیاوی مقام و مرتبے کو ہی افضلیت کا معیار سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر محسوس کرتا ہے تو یہ احساس اسے دوسروں کے غلط کاموں پر ان کا کا احتساب کرنے سے روک دیتا ہے۔ مادیت کی طرف دوڑتے ہوئے معاشرے میں دکھاوا، استحقاق کا اظہار اور وی آئی پی پروٹوکول اُن لوگوں کو دیا جاتا ہے جو دنیاوی لحاظ سے اعلیٰ حیثیت و مرتبے کے حامل ہوتے ہوتے ہیں۔ایک شخص یہ دیکھتا ہے کہ جب وہ لوگوں سے تعلقات استوار کرتا ہے تو لوگ اسے اس کے قبیلے، خاندان، تعلیم اور دولت کی بناپر تولتے ہیں، اس کی حیثیت کا تعین کرتے ہیں اور اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ اس سے کتنی قربت اختیار کرنی ہے۔ کچھ لوگ تو نیکی کے اعمال بھی دکھاوے اور رتبے کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ ہمیں دنیاوی پیمانوں کی بناپر مقام و مرتبے کے تعین کو اسی طرح مسترد کرنا چاہیے جیسے ہندوؤں کا ذات پات کا نظام یا انگریزوں کا طبقاتی نظام، کہ جن سے نفرت کی جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف معاشرے میں ناانصافی اور امتیازی سلوک کی غلاظت پیدا ہوتی ہے اور لوگ میرٹ اور انصاف کو نظر انداز کرنے کی شکایت کرتے ہیں، بلکہ یہ اسلام کے خالص اور عمدہ پیمانے سے بھی کوسوں دور ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دنیاوی رتبے کی اس تباہ کن بیماری کا علاج فراہم کیا ہے۔ اسلام انسان میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت کے سامنے انکساری کا احساس پیدا کرتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایتوں کا شکر ادا کرنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام ایک مسلمان کو اس چیز کی طرف ابھارتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اسے حق کی راہ میں استعمال کرے نہ کہ وہ نعمتیں حق کی پہچان میں دیوار بن جائیں۔ اسلام مسلمان میں اسلامی علوم کی پیاس کو اجاگر کرتا ہے۔ اور اس خواہش کو پیدا کرتا ہے کہ وہ اللہ کی خاطر ان نعمتوں کو قربان کرے نہ کہ وہ اسلام کی خاطر ان نعمتوں کی قربانی کو نقصان دہ اور بے مقصد تصور کرے۔ اسلام مسلمان میں اس خواہش کو پیدا کرتا ہے کہ وہ آخرت کے بلند ترین درجے کو حاصل کرنے کی جستجو میں لگ جائے اور ایسا بن جائے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو راضی کر دے۔ صرف اسلام ہی یہ کر سکتا ہے کیونکہ اسلام اپنے ماننے والوں کے دلوں میں مضبوطی میں اس بات کو پیوست کر دیتا ہے کہ رتبے کا پیمانہ صرف تقویٰ ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے، اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، اس نے تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے" (الحجرات:13)۔ ہمیں یہ یاد کرنا چاہیے کہ یہ آیت اس معاشرے کے لیے نازل ہوئی تھی جو دنیاوی رتبے کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس معاشرے میں تعلقات، انصاف اور رتبے کی بنیاد قبائلی حسب نسب تھا۔ اس وقت قبائلی حسب نسب دنیاوی رتبے کے لیے اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا تھا جتنا آج کے مغربی مادیت پرستی کے دور میں دولت اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں یاد دلایا کہ یہ وہ سبحانہ و تعالیٰ ہے جس نے ہم سب کو ایک ہی بندے آدمؑ سے پیدا کیا اور پھر اس بندے کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک ساتھی "حوا" کو پیدا کیا۔ اور پھر ان کے اولادیں مختلف قومیں اور قبائل بن گئے۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو قبائلیت کا شکار ہو گئے تھے، یہ یاد دلایا کہ وہ سب برابر ہیں کیونکہ تمام لوگ آدمؑ اور حوا کی اولاد اور اس اعزاز کے برابر کے حق دار ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دنیاوی رتبے کے لحاظ سے دوسروں کو کم تر کہنے یا اعلیٰ و برتر کہنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانیت پر واضح کیا ہے کہ حقیقت میں انسان ہونے کے ناطے وہ سب برابر ہیں اور پھر اگر کوئی بزرگ و برتر ہے تو صرف اور صرف اپنے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ قبائلی حسب نسب کا مقصد فخر کرنا یا بڑا رتبہ نہیں ہے بلکہ یہ صرف پہچان کے لیے ہے۔ مجاہد نے کہا کہ اللہ کا یہ کہنا، **لِتَعَارَفُوا** "تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو" ایک کہاوت کی جانب اشارہ ہے، "فلاں فلاں کا بیٹا، فلاں فلاں قبیلے سے"۔ تقوی ہی رتبے کا معیار ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی جانتا

ہے کہ کون شخص کتنا متقی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ** "یقیناً اللہ کی نظر میں تم میں سے سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو متقی ہے "یعنی تم اللہ کی نظروں میں عزت خاندانی یا قبائلی حسب نسب کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اور صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہی حاصل کرتے ہو۔

ہمارے عظیم دین میں اعلیٰ اور بلند رتبے کا معیار وہ ہے جو انسانوں کے دلوں میں تو چھپا ہے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نگاہوں کے سامنے ہے، یعنی تقویٰ۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکّہ کے دن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا فَالنَّاسُ رَجُلاَنِ رَجُلٌ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللَّهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللَّهِ وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ وَخَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ** "لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا فخر و غرور اور خاندانی تکبر ختم کر دیا ہے، اب لوگ صرف دو طرح کے ہیں، اللہ کی نظر میں نیک متقی اور اللہ کی نظر میں ذلیل و کمزور فاجر و بدبخت لوگ۔ لوگ سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا ہے"(ترمذی)۔ بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ "کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، 'لوگوں میں سب سے زیادہ عزت دار کون ہے؟'، آپ ﷺ نے فرمایا، **أكرمهم عند الله أتقاهم** 'یقیناً اللہ کی نظر میں تم میں سے سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو متقی ہے'۔ انہوں نے کہا کہ، 'ہم نے آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھا تھا'، آپ ﷺ نے فرمایا، **فأكرم الناس يوسف نبي الله ، ابن نبي الله ، ابن خليل الله** 'سب سے عزت دار شخص یوسف ہیں، اللہ کے پیغمبر، اللہ کے پیغمبر کے بیٹے، اللہ کے خلیل (دوست) کے بیٹے'۔ انہوں نے کہا، 'ہم نے آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھا تھا'۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **فعن معادن العرب تسألوني ؟** 'تو تم عربوں کے حسب نسب کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟'، انھوں نے کہا: 'جی ہاں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **فخياركم في الجاهلية خياركم في الإسلام إذا فقهوا** 'تم میں سے جو جاہلیت کے زمانے میں بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں اگر وہ دین کا فہم حاصل کرلیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے اس امت کو ظاہری صورت یا دولت کو اعلیٰ رتبے کا معیار بنانے سے خبردار فرمایا ہے۔ آج دولت لوگوں کو دنیاوی رتبہ دیتی ہے اور لوگ دولت مندوں کے گرد ایسے جمع ہوتے ہیں جیسے شہد کے گرد مکھیاں، وہ ان مالدار لوگوں کی خوشامد اور خدمت کرتے ہیں، اور جب کسی شخص پر مشکل وقت پڑتا ہے تو اسے فوراً چھوڑ دیتے ہیں جیسے اسے جانتے ہی نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّ اللَّهَ لاَ يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ** "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے"(مسلم)۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یاد دہانی کرائی کہ وہ اس چیز پر توجہ مرکوز کریں جو حقیقت میں ان کے رتبے کو بلند کرے گی کہ ان کے دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خوف سے بھر جائیں اور وہ اعمال کو ہمیشہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خوشنودی کے حصول کے لیے سرانجام دیں۔

اسلامی معاشرے میں تقویٰ ہی اعلیٰ رتبے کا معیار ہے اور جن کے پاس دولت کے ڈھیر ہوں ان سے حسد کرنا مسترد اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ اس کی جگہ حسد (رشک) کا حقدار وہ شخص ہے جو اپنی ڈھیروں دولت کو اسلام کی راہ میں خرچ کرتا اور جس کے پاس دین کی دولت ہے اور اسے دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا** "دو چیزوں کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں رشک کرنا جائز نہیں (1) کسی شخص کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اسے حق کی بلندی کے لیے پوری طرح سے خرچ کرتا ہو، اور (2) وہ شخص جسے اللہ نے حکمت (دین کا علم) عطاء کیا ہو اور وہ اس کے ذریعے فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو"(مسلم)۔

اسلامی ریاست میں اعلیٰ رتبے کا معیار تقویٰ ہے چنانچہ اسلامی ریاست میں کسی دولت مند یا خاص خاندان سے تعلق والے کو کوئی خصوصی فائدہ نہیں ملتا، یہ اس کے برعکس ہے جیسا کہ آج کل ہم نبوت کے طریقے پر خلافت کے عدم موجودگی میں مسلم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ سے ایک عورت کو اس وجہ سے معاف کرنے کی درخواست کی گئی کہ اس کا تعلق ایک اونچے خاندان سے ہے تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر خبردار کیا، **إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا** "پچھلی بہت سی امتیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ جب ان کا کوئی عزت دار (بڑا) آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا"(بخاری)۔

اور ان پر افسوس ہے جو اپنے نیک اعمال کو دنیاوی فائدے اور لوگوں کی نظر میں عزت دار بننے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یقیناً دکھاوا "ریاء" تقویٰ سے کوسوں دور ہے کیونکہ نیکی کا مقصد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے جبکہ ریاء کا مقصد لوگوں کو خوش

کرنا ہوتا ہے اور اس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ناراضی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **يكون في آخر الزمان ديدان القراء، فمن أدرك ذلك الزمان فليتعوذ بالله من الشيطان الرجيم ومنهم، وهم الأنتنون، ثم يظهر قلانس البرود فلا يستحيا يومئذ من الرياء، والمتمسك يومئذ بدينه كالقابض على جمرة، والمتمسك بدينه أجره كأجر خمسين، قالوا: أمنا أو منهم؟ قال بل منكم** "آخری دور میں (قرآن) پڑھنے والے کیڑے کی طرح ہوں گے۔ تو جس کسی نے وہ زمانہ دیکھا تو اسے چاہیے کہ شیطان مردود اور ان جیسوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، اور یہ لوگ سب سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جنہوں نے لمبے چوغے پہن رکھے ہوں گے، اور اس وقت ریاء (دیکھاوا) کرنے پر کوئی شرم محسوس نہیں کرے گا۔ تو جو اس زمانے میں اپنے دین سے جڑا رہے گا اس کی مثال ایسے ہوگی کہ جیسے اس نے جلتا ہوا کوئلہ تھام رکھا ہو اور جس نے اپنے دین کو پکڑے رکھا تو اس کا اجر پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر ہوگا۔ پوچھا گیا: کیا ان جیسے یا ہمارے جیسے پچاس؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جیسے پچاس" (الحاکم)۔ جو کوئی بھی اللہ کی نگاہ میں بلند رتبے کا خواہش مند ہوتا ہے تو وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک اعمال نہیں کرتا کہ دنیاوی رتبہ حاصل ہو سکے۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جو اس بات سے قطع نظر کہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں یا ناراض صرف تقوی کی بنا پر نیک اعمال کرتا ہے، نیکی کا حکم اور برائی سے روکتا ہے۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جو پوری استقامت کے ساتھ جابروں کے جبر سے بے خوف ہو کر حق بات کرتا ہے۔

اسلام لوگوں کو دکھانے کے لیے دنیاوی رتبے کے حصول کی بیماری کو ختم کرتا ہے۔ یہ انسان کو اس مختصر سی زندگی کے لیے سستے اور ختم ہو جانے والے دنیاوی رتبے کی خواہش سے آزاد کرتا ہے۔ یہ مسلمان کے دل میں اُس زندگی اور جنت میں اعلیٰ رتبے اور مقام کے حصول کی خواہش کو جِلا بخشتا ہے جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ لہٰذا جو عقلمند ہے وہ شہیدوں کی صفوں میں شامل ہونے کی خواہش اور کوشش کرتا ہے کیونکہ ان کا جنت میں مقام سب سے بلند تر ہوگا۔ تو مسلمان اس مقام کے حصول کی دعا کرتا ہے جو قیامت کے دن شہداء کو حاصل ہوگا، وہ اس مقام کے حصول کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بھرپور اطاعت کرتا ہے اور آخرت کے اعلیٰ مقام کے لیے دنیا کے اعلیٰ رتبوں کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ** "جو شخص اللہ سے سچائی سے شہادت مانگے، اللہ اسے شہیدوں کا درجے دیں گے اگرچہ اسے اپنے بستر پر ہی موت آئے" (مسلم)۔ لہٰذا مسلمان دنیاوی خواہشات سے منہ موڑتا ہے اور اپنی پوری توجہ آخرت پر مرکوز کرتا ہے، وہ باہمی تعلقات اور اعمال کو اسلام کے کسوٹی پر طے کرتا ہے اور حسب نسب اور دولت کو کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلاَ شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى " . قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ . قَالَ " هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلاَ أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لاَ يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلاَ يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ " . وَقَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ { أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ }** "اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو انبیاء و شہدا تو نہیں ہوں گے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو مرتبہ انہیں ملے گا اس پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایسے لوگ ہوں گے جن میں آپس میں نہ تو کوئی خونی رشتہ ہوگا اور نہ ہی مالی لین دین اور کاروبار ہوگا لیکن وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں گے، اللہ کی قسم ان کے چہرے (مجسم) نور ہوں گے، وہ خود پُرنور ہوں گے، انہیں کوئی ڈر نہ ہوگا جبکہ لوگ ڈر رہے ہوں گے، انہیں کوئی رنج و غم نہ ہوگا جبکہ لوگ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، **أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ**، 'یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (یونس:62) "(ابو داؤد)۔ لہٰذا اگرچہ ایسے ایمان والے انبیاءؑ اور شہداء سے بہتر تو نہیں ہوں گے لیکن انہیں یہ خصوصی امتیاز حاصل ہوگا کہ انبیاءؑ اور شہداء ان کے بلند مرتبے کی تعریف کریں گے۔ تو آیئے ہر ایمان والا اسلام کی بالادستی کے نئے دور کی بنیاد انتہائی مضبوطی سے رکھنے میں اپنا کردار ادا کرے، ایک ایسی نسل کی تیاری میں جو صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نظر میں اعلیٰ و ارفع مقام کے حصول کی خواہش رکھتی ہو۔

ختم شد

مجھے تمہارے چھ معاملات کی فکر ہے

تحریر:ابونضار الشامی

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: أخاف عليكم ستاً "مجھے تمہارے چھ معاملات کی فکر ہے"۔

چھ شدید معاملات ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے بہت خوف کھایا اور ہمیں اُن میں مبتلا ہونے سے خبردار کیا۔ مگر افسوس اے اللہ کے رسول ﷺ آج ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں!

عوف بن مالکؓ رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں: **أخاف عليكم ستاً: إمارة السفهاء، وسفك الدم، وبيع الحكم، وقطيعة الرحم، ونشوا يتخذون القرآن مزامير، وكثرة الشُّرَط .. أخرجه الطبراني** "مجھے تمہارے چھ معاملات کی فکر ہے: احمق قیادت، خون کا بہنا، (حکومتی) فیصلوں کا فروخت ہونا، خونی رشتوں سے قطع تعلقی، قرآن کا بطور آلاتِ موسیقی استعمال اور پولیس کی زیادتی" طبرانی نے اس حدیث کو روایت کی۔

1۔ احمق قیادت (سفہاء)۔ شاید یہ سب سے بڑی اور اہم فکر تھی اور شاید باقی کی فکریں بھی اِسی سے نکلی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اسی کا ذکر فرمایا۔

تو کون ہیں احمق لوگ؟

وہ جاہل، غیر سنجیدہ، کم سمجھ بوجھ والے اور صلاحیت سے محروم (نااہل) لوگ ہوتے ہیں۔ یہ خواہشوں کے اسیر اور لاپرواہونے کے ساتھ ساتھ کردار اور اندازہ لگانے میں کمزور ہوتے ہیں۔ اسلام "سُفَہَاء (احمق)" کو اِس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اپنے گھر کے مال و اخراجات کو ہی صحیح طور پر چلا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **ولا تؤتوا السفهاء أموالكم** "۔۔۔ **اور احمق کو اپنی جائیداد (مال و متاع) مت دو**" (سورۃ النساء:5)۔

اسلام نے احمق لوگوں کے سرپرستوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان کے امور کی دیکھ بھال کریں، اور یہ بھی کہا کہ اُن کو سرپرستی میں رکھا جائے۔

تو جب "سفہاء" اپنے اموال کا خیال خود نہیں رکھ سکتے

میں تم پر احمق لوگوں کی قیادت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، انھوں نے پوچھا کہ احمق کی قیادت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ حکمران جو میرے بعد آئیں گے، جو میری تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے، جو میری سنت

تو انہیں عوام کے امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کیسے دی جاسکتی ہے؟

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا "سُفَہَاء" کی قیادت کے بارے میں فرمان ہے تو وہ کعب بن عجرہؓ کی روایت میں بیان ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا **«أعاذك الله من إمارة السفهاء» قال: وما إمارة السفهاء؟ قال: «أمراء يكونون من بعدي، لا يهتدون بهداي، ولا يستنون بسنتي، فمن صدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فأولئك ليسوا مني ولست منهم، ولا يردون عليَّ حوضي، ومن لم يصدقهم بكذبهم ولم يعنهم على ظلمهم فأولئك مني وأنا منهم، وسيردون عليَّ حوضي.** "میں تم پر احمق لوگوں کی قیادت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، انھوں نے پوچھا کہ احمق کی قیادت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ حکمران جو میرے بعد آئیں گے، جو میری تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے، جو میری سنت پر نہیں چلیں گے، جو کوئی اُن کے جھوٹ پر یقین کرے گا اور ظلم وجبر میں اُن کی مدد کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں اور میں اُس میں سے نہیں، اور نہ ہی وہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کرے گا اور جو اُن کے جھوٹ پر یقین نہیں کرے گا اور ظلم و جبر میں اُن کی مدد نہیں کرے گا وہ مجھ میں سے ہے اور میں اُس سے ہوں، اور وہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملے گا" (امام احمد اور البزار نے روایت کی)۔

جب حکمران مغرب کی مثالوں کی پیروی کرتے ہیں اور کفریہ قوانین سے رہنمائی لیتے ہیں، تو یقیناً آپ "سُفَہَاء" کی قیادت میں ہیں۔ جب حکمران سیکولر قوانین نافذ کرنے پر فخر کریں اور ان اسلام دشمنوں سے اپنے تعلقات کا برملا اظہار کریں جو کہ کفر و گمراہی میں سب سے زیادہ غرق ہیں اور اسلام کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں، تب آپ یقیناً "سُفَہَاء" کی قیادت کے تحت ہیں۔ **"سُفَہَاء" (احمق لوگوں) کی قیادت سے کیسے بچا جائے؟**

رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کے لیے "سُفَہَاء" کے متعلق حکمِ شرعی بیان فرما دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ، **فمن صدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فأولئك**

ليسوا مني ولست منهم، ولا يردون عليَّ حوض"۔۔۔جو اُن کے جھوٹ پر یقین کرے گا اور ظلم وجبر میں اُن کی مدد کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں اور میں اُس میں سے نہیں، اور وہ میرے ساتھ حوض کوثر پر جمع نہیں ہوں گے"۔

بنا شک کے ماننے اور اطاعت و فرمانبرداری میں فرق ہے، اس لیے اگر صرف ماننا ہی اُن کے ظلم میں اُن کا ساتھ دینا ہے تو پھر اُن کی اطاعت سے کیا مراد ہے؟ اطاعت سے آپ اُن کے دورِ حکومت اور ظلم کو مزید طول دیتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں "سفہاء" کی اطاعت سے منع فرمایا ہے تو اُن کا حال کیسا ہے جو ایسے حکمرانوں کے حق میں بہانے تلاش کرتے ہیں، اور اُنکا کیا حال ہے جو اِن حکمرانوں کو فروغ دیتے اور ان کی حمایت کرتے ہیں، اُن کو اور اُن کی تحریکوں اور جماعتوں کو منتخب کرواتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **أولئك ليسوا مني ولست منهم** " **وہ مجھ سے نہیں اور میں اُن سے نہیں**"۔ جب سب قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی جانب بھاگ رہے ہوں گے اگر اُس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے منہ پھیر لیا اور آپ کو اپنا نہ کہا تو اِس سے بڑی رسوائی کیا ہو گی؟

اور جب باقی تمام عظیم انبیاؑ بھی اپنی اقوام کو فرما رہیں ہوں گے کہ ، ۔۔۔**اذهبوا إلى محمد**۔۔ "**۔۔۔محمد ﷺ کی طرف جاؤ۔۔۔**" تب اگر اُن کی امت ہونے کے باوجود آپ کو اُن کا قرب حاصل نہ ہوا تو اُس وقت کیا ہو گا؟

حوضِ کوثر پر آپ رسول اللہ ﷺ پر ایمان والوں کو یکھیں گے مگر خود اُن سے دور اس حالت میں ہوں گے کہ پیاس آپ کو ہلاک کر رہی ہو گی۔ آج جو دنیا میں آپ ﷺ کی شریعت سے اپنی پیاس نہیں بجھا رہے وہ قیامت کے دِن حوض کوثر سے اپنی پیاس نہیں بجھا سکیں گے۔۔۔ اور یہ سب صرف اور صرف سفہاء کی قیادت کے حق میں خاموشی کی وجہ سے ہو گا۔

جہاں تک دوسری فکروں کا تعلق ہے جو رسول اللہ ﷺ کو لاحق تھیں، وہ یقیناً اُس ریاست میں جنم لیتی ہیں جن کی قیادت سفہاء کے پاس ہوتی ہے۔

2۔ (حکومتی) فیصلوں کا فروخت ہونا: حکمرانی بازار میں بکنے والی ایک چیز کی طرح ہو جائے گی کہ ایک احمق جو اُس عہدے کے لئے نا اہل ہو گا وہ بھی خرید لے گا۔ جو بھی سنت کا پیروکار اور کتاب اللہ کا ماننے والا ہو گا وہ اُس عہدے کا اہل ہرگز نہ ہو گا۔ حکمرانی کی قیمت وہ رشوت ہے جو خریدار اپنے دین کو چھوڑ کر ادا کرتا ہے، اور اگر وہ عہدہ کسی ایسے کے پاس چلا جائے جو اِسکے قابل نہ تھا تو پھر (قیامت کا) انتظار کرو۔

اطاعت سے آپ اُن کے دورِ حکومت اور ظلم کو مزید طول دیتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں "سفہاء" کی اطاعت سے منع فرمایا ہے تو اُن کا حال کیسا ہے جو ایسے حکمرانوں کے حق میں بہانے تلاش کرتے ہیں، اور اُنکا کیا حال ہے جو اِن حکمرانوں کو فروغ دیتے اور ان کی حمایت

3۔ خون کا بہنا: جب تقویٰ کی دولت ختم ہو جاتی ہے تو اس کے ساتھ حجت و دلائل کے ذرائع بھی ختم ہو جاتے ہیں، تب فرعونی طرزِ حکومت ہی باقی رہ جاتی ہے، **سنقتل أبناءهم...لأقطعن أيديكم وأرجلكم..** "**ہم اُن کے بیٹے قتل کر دیں گے۔۔۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔۔۔**"۔ تب پھر ایسی سُفَہاء کی حکومت میں اپنے غیر محفوظ یا غیر مستحکم ہونے کا گلہ مت کرو۔

4۔ پولیس کی زیادتی: جہاں پولیس شریف انسانوں کی تلاشی اور چھان بین کرتی ہو، وہ ایک ایسی ریاست ہوتی ہے جہاں کے سُفَہاء صفت حکمران اپنی عوام سے ڈرتے ہیں اور ان کی نقل و حرکت سے بھی کانپتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ممالک اُن کے وفادار لوگوں سے بھرے ہوتے ہیں جو کہ چابک کو جانوروں کی دُم کی مانند پکڑے ہوتے ہیں، لوگوں میں دہشت پھیلاتے اور اُن کو مارتے پھرتے ہیں اور اللہ کے غضب و ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں۔

5۔ خونی رشتوں کو قطع کرنا: اگر " سُفَہاء" صفت حکمرانوں کی قیادت کو سیاسی کرپشن کہا جائے، (حکومتی) فیصلوں کے بکنے کو روزمرہ کی انتظامی کرپشن مراد لیا جائے تو خون کا بہاؤ عدم تحفظ کے تحت آئے گا، پولیس کی زیادتی ریاستی جبر کہلائے گی، اور تب خونی رشتوں کے قطع تعلق کا مسئلہ سفہاء کے حکومتی ڈھانچے کی معاشرتی کرپشن کے زمرے میں آئے گا۔ کیونکہ جو اللہ کے ڈر سے محروم ہو گیا وہ کسی بُرائی سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ حتیٰ کہ اُسے والدین کا ڈر بھی نہ ہو گا۔

6۔ قرآن کو بطور آلاتِ موسیقی لینا: جب قرآن کو قانونی حیثیت حاصل نہ ہو، جب اِس کی تعلیمات بیچ دی جائیں، جب اِس کے قوانین سے کنارہ کشی کر لی

جائے اور جب ملکی قوانین اِس کے بالکل برعکس ہوں تب قرآن قاری اور درباری علماء کی زبان پر محض وہ حیثیت رکھتا ہے جو کسی گانے کی ہوتی ہے۔اور جو قرآن کو"سُفَہاء"صفت حکمرانوں کے سامنے پڑھتے ہیں وہ محض گلوکاروں کی طرح ہوتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو میڈیا پروگرامز میں صرف خوبصورت آوازیں رکھتے ہیں نہ کہ فقہ کی سمجھ۔ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: يقدمون أحدهم ليس بأقرئهم ولا أفضلهم إلا ليغنيهم غناءه۔ "وہ(حکمران) اُن کو ترجیح نہیں دیں گے جو اُن میں بہترین ہیں اور قرآن کی سمجھ رکھتے ہیں بلکہ وہ اُن کو ترجیح دیں گے جو ان کے لیے اسے گنگنا کر پڑھیں گے"۔

فکروں کی یہ فہرست (ریاست کے) حکمرانوں سے شروع ہو کر نماز کے اماموں پر مکمل ہوئی۔یہ ہیں وہ خطرات اور اُن کے تباہ کن اثرات جو کہ احمق حکمرانوں کی ریاست میں رونما ہوتے ہیں۔اے رسول اللہ ﷺ! آپ کے الفاظ سے زیادہ سچے کس کے الفاظ ہو سکتے ہیں،آپ کی نصیحت سے بہتر کس کی نصیحت ہو سکتی ہے۔یقیناً ہم نے ان تمام چھ خطرناک چیزوں کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ہم نے اُن کی کڑواہٹ چکھ لی ہے، اُن کی شدت محسوس کر لی ہے اور ہم اُن کی آگ میں جل چکے ہیں۔آج ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ جب آپ ﷺ اور کعب بن عجرہ آپس میں بات کر رہے تھے اور آپ نے اُن کی حفاظت کی دعا کی تھی تب آپ ﷺ ہم ہی سے مخاطب تھے۔

اے اللہ عزوجل، جس نے محمد ﷺ کو تمام نبیوں کا سردار بنا کر بھیجا،ہم آپ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اِن سفہاء کی حکمرانی کے خاتمے کا ذریعہ بنا دیجئے اور ہمارے ذریعے خلافت کو قائم فرما دیجئے۔اے اللہ! اِن سفہاء نے زمین کو بدعنوانی سے بھر دیا ہے اور تمام اسلامی ممالک کو غلط رخ موڑ دیا ہے۔اے اللہ! ہمیں اُن کے ظلم کا سامنا کرنے اور اُن کے جھوٹ و فریب کو بے نقاب کرنے کی توفیق عطاء فرما تا کہ ہم بروز قیامت پیارے آقا ﷺ سے اُن کے حوض پر اِس طرح مل سکیں کہ ہمارے چہرے نور سے دمک رہے ہوں۔ہمارے فخر سے بلند سر اِس بات کی گواہی دے رہے ہوں کہ ہم آپ ﷺ میں سے ہیں اور آپ ﷺ ہم سے،اور اُن کے دستِ مبارک سے ایسا گھونٹ پی کر اپنی پیاس بجھائیں کہ ان سفہاء کی سالوں سے جاری تمام تکالیف بھول جائیں۔اور ہمیں وہ عطاء فرما جس کا تو نے متقین کے لیے وعدہ فرمایا ہے، **سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ "تم پر سلامتی ہو کہ تم پاک کر دیئے گئے، سو اِس (جنت) میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاو"**(الزمر:73)۔

بقیہ صفحہ 20 سے

کفار کی دوستی نے ہمیں کہیں بھلائی نہیں پہنچائی۔ روہنگیا کے لوگوں نے اللہ کی رسی کو صبر اور تحمل کے ساتھ مضبوطی سے تھاما ہوا ہے، اس کی مدد کے انتظار میں، وہ مدد کہ جسکا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُنہیں خلافت کی صورت میں پہنچائیں، خلافت اللہ کی رحمت کا سایہ ہے اور مسلمانوں کے لیے اُس کے رحم کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہو سکتا۔علاقوں کی تقسیم نے اُمت کو تقسیم کر دیا ہے اور خلافت اُمت کو متحد کرے گی اور اُسے ایک طاقت کے طور پر اُٹھائے گی اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد کی طاقت ہو گی اور یہی تمام مسلمانوں کے لیے کامیابی ہے۔

پاکستان اور بنگلا دیش کی افواج کے درمیان اسلام کی بنیاد پر اتحاد اور مل کر روہنگیا مسلمانوں کے مطالبے کا جواب دینا اُن کے درمیان قوم پرستی کی وجہ سے موجود بچی کچی دشمنی کو ختم کرنے کا باعث ہو گا۔

میانمار کی بدھسٹ حکومت سے کس طرح نبٹا جائے گا اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ جنوب اور جنوب مشرقی ایشیاء میں خلافت کس طور ابھرتی ہے، تاہم پاکستان، بنگلا دیش اور انڈونیشیاء کی مشترکہ مسلح افواج کو میانمار میں Buddhist Regime کے خلاف فوجی نقل و حرکت کے لیے کافی ہونا چاہیے۔مشترکہ مسلح کاروائی کرتے ہوئے خلیج بنگال اور Andaman Sea میں پورے میانمار کے ساحل کی بحری ناکہ بندی کی جا سکتی ہے جبکہ زمینی جنگ ریاست اراکان کو باقی ماندہ میانمار کے زمینی خطے سے کاٹ دینے پر مشتمل ہو گی۔تاہم میرے خیال میں اسلام کے خلاف برما کے معاشرے میں پائی جانے والی عمومی عداوت کی وجہ سے میانمار کی مکمل فتح کے لیے کچھ وقت درکار ہو گا۔ میانمار کے مرکزی علاقے کو بالآخر اسلام کے لیے کھولنے سے پہلے ان معاشرتی اسلام مخالف جذبات کو نرم کرنا ہو گا۔دوسری طرف انڈیا اور چین کو دباؤ میں رکھنے کے لیے Nuclear Deterrence کو بھی استعمال کیا جا رہا ہو گا تا کہ میانمار کو بین الاقوامی سطح پر تنہا کیا جا سکے۔اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو خلافت کی صورت میں جلد فتح عطا فرمائے۔آمین

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ - وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ -

"تمہارے دوست تو اللہ، اس کے رسول اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہو گا اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے"(المائدہ:56-55)۔ **ختم شد**

جنگ میں کفار سے مدد لینے کے متعلق حنفی فقہا کی رائے

تحریر:عثمان بدر

امام ابو حنیفہؒ (المتوفیٰ 150 ہجری) کے ساتھی امام محمدؒ (المتوفیٰ 189 ہجری)، جو اپنی فقہ کے امام اور مجتہد ہیں، فرماتے ہیں کہ **ولا بأس بأن يستعين المسلمون بأهل الشرك على أهل الشرك إذا كان حكم الإسلام هو الظاهر عليهم.** "مسلمانوں کے لیے کفار کے خلاف جنگ میں کفار کی مدد لینا جائز ہے اگر اُن کفار پر اسلام کی حکمرانی ہو (السیار الکبیر 4:191)۔

اس معاملے میں یہ رائے حنفی مذہب کی مستند رائے ہے۔امام محمد نے اپنی فقہ کے مطابق کفار سے مدد لینے کے متعلق حکم واضح کر دیا ہے کہ اُن کے مطابق کفار سے مدد تب لی جا سکتی ہے جب اُن پر اسلامی حکومت غالب ہو۔اس شرط کا اطلاق لازم ہے۔جب اسلام اُن پر غالب نہ ہو تب مدد نہیں لی جا سکتی ۔دوسرے لفظوں میں مدد لینے کے لیے کڑی شرط عائد کی گئی ہے۔مسلمانوں کو کفار سے مدد لینے کی اجازت صرف اور صرف اس صورت میں ہے جب وہ اسلام کے غلبے کے تحت ہو۔جب اسلام غالب نہ ہو یعنی کفار غالب ہوں تب کفار سے مدد نہیں لی جا سکتی۔

یہاں دو نکات کی وضاحت بہت ضروری ہے۔**اول**:اسلام کے غلبے سے مراد دارالاسلام ہے، جہاں شریعت نافذ ہوتی ہے اور اُس علاقے کی امان اسلام (مسلمانوں) کے پاس ہوتی ہے۔**دوم**: مدد لینے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اہلِ ذمہ (ریاست کے غیر مسلم شہری) سے جنگ میں شرکت کی درخواست کریں یا غیر مسلم اہل ذمہ خود مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑنا چاہیں۔دوسرے لفظوں میں لڑنے کی درخواست کسی بھی جانب سے ہو سکتی ہے۔تاہم کسی بھی صورت میں غیر مسلم مسلمان فوج کی قیادت کے تحت ہی لڑیں گے۔

کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ زبیر، جنھوں نے حبشہ ہجرت کی، نجاشی کے ہمراہ لڑے جب نجاشی کے دشمن اُس سے لڑے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بھی کفار فوج کی ماتحتی میں لڑ سکتے ہیں۔امام محمدؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ اس روایت کی صحیح تشریح یہ ہے کہ یا تو نجاشی مسلمان تھا یا پھر مسلمانوں

امام محمد نے اپنی فقہ کے مطابق کفار سے مدد لینے پر حکم واضح کر دیا ہے۔اُن کے مطابق کفار سے مدد تب لی جا سکتی ہے جب اُن پر اسلامی حکومت غالب ہو۔اس شرط کا اطلاق لازم ہے۔جب اسلام اُن پر غالب نہ ہو تب مدد نہیں لی جا سکتی۔

کے پاس اُس وقت دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا جیسا کہ کچھ روایات میں ہے۔انھوں نے فرمایا **هذا الحديث يستدل من يجوز قتال المسلمين مع المشركين تحت رايتهم، ولكن تأويل هذا من وجهين عندنا: أحدهما: أن النجاشي كان مسلما يومئذ، كما روي، فلهذا استحل الزبير القتال معه. والثاني: أنه لم يكن للمسلمين يومئذ ملجأ غيره** "اِس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کفار کے جھنڈے تلے لڑ سکتے ہیں۔مگر اس تشریح میں ہمارے لیے دو پہلو ہیں **اول**: یا تو نجاشی مسلمان تھا، **دوم**: یا پھر مسلمانوں کے پاس اُس وقت دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا"۔ اس لیے یہ ایک غیر معمولی معاملہ تھا جس سے عمومی حکم نہیں نکالا جا سکتا۔

شمس الآئمہ ابو بکر محمد ابن ابی سہل السرخسی (المتوفیٰ 483 ہجری)، جو اولین حنفی فقہاء میں سے ایک ہیں، نے اوپر بیان کی گئی حنفی رائے کی دلیل "السیار الکبیر" کی شرح میں دی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے خلاف بنو قینقاع کے یہود سے مدد طلب کی اور انھوں نے کچھ کافروں کو بھی اپنے ساتھ جنگ میں شامل کیا جیسا کہ غزوہ طائف اور حنین کے موقع پر صفوان کو شامل کیا تھا۔انھوں نے وضاحت کی کہ اس طرح کا کام کیا جا سکتا ہے مگر یہ معاونت صرف مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہو۔اسی موقع پر مزید فرمایا کہ باقی دوسرے مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے کفار سے مدد لینے سے انکار کر دیا، جیسا کہ احد کے موقع پر عبد اللہ بن ابی کے اتحادی یہود سے مدد نہ لی جو لڑنے کے لیے احد تک آئے تھے۔آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اُن کو واپس بھیج دیا کہ **إنا لا نستعين بمن ليس على ديننا** " ہم کفار سے مدد نہیں لیتے"۔ السرخسی فرماتے ہیں کہ ایسے واقعات میں جہاں کفار سے مدد لینے سے انکار کر دیا جاتا ہے اُنھیں اہل المنع کہا جاتا ہے، کیونکہ اگر مسلمان کمزور پڑ رہے ہوں تو اس صورت میں وہ مسلمانوں کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔یہ معاملہ تب

ہے جب کفار مسلمانوں کے جھنڈے تلے لڑنے پر رضا مند ہوں۔ لیکن جہاں کفار ایک طاقتور فوج ہیں اور وہ اپنے جھنڈے اور قیادت کے تحت لڑنا چاہیں تو اس کی قطعی اجازت نہیں ہے۔(شرع السیار الکبیر-4:191-3)

امام سرخسی نے اپنی فقہ کی شاہکار کتاب "المسبوط" (10: 23-24) میں بھی اس مسئلے کو بیان کیا ہے۔ یہاں پر بھی اُنھوں نے مختلف واقعات نقل کیے ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے کفار سے مدد لی اور کہاں نہیں لی۔ اُن کے نزدیک اختلاف صرف کفار کی طاقت اور اُن کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر یا علیحدہ لڑنے پر ہے۔ اگر وہ تعداد میں اتنے کم ہیں کہ مل کر ایک مضبوط طاقت نہیں بن سکتے تب مدد لینے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں ہمارا (مسلمانوں کا) فائدہ ہے اور کوئی خطرہ بھی نہیں۔ ہاں اگر وہ الگ اکائی کے طور پر اپنے جھنڈے تلے لڑنا چاہیں تب اجازت نہیں کیونکہ اب ایک واضح خطرہ سامنے ہے۔ امام سرخسی وہ حدیث بیان کرتے ہوئے اس حکم کو اخذ کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے یہودی حلیفوں کو واپس جانے کو کہا، **تأويله أنهم كانوا متعززين في أنفسهم لا يقاتلون تحت راية المسلمين، وعندنا إنما يستعين بهم إذا كانوا يقاتلون تحت راية المسلمين، فأما إذا انفردوا براية أنفسهم فلا يستعان بهم، وهو تأويل ما روي عن النبي - صلى الله عليه وسلم - أنه قال: «لا تستضيئوا بنار المشركين» ، وقال - صلى الله عليه وسلم -: «أنا بريء من كل مسلم مع مشرك» يعني: إذا كان المسلم تحت راية المشركين.** "اس حدیث کی صحیح تشریح یہ ہے کہ وہ خود بہت طاقتور تھے اور مسلمانوں کے تحت نہیں لڑ رہے تھے۔ ہم صرف تب اُن سے مدد لیں گے اگر وہ مسلمانوں کے جھنڈے تلے لڑیں۔ اگر وہ اپنے الگ جھنڈے تلے لڑیں تو ہم اُن کی مدد نہیں لے سکتے۔ یہ آپ ﷺ کے اس فرمان کی بھی صحیح وضاحت ہے کہ **لا تستضيئوا بنار المشركين** 'کفار کی آگ سے روشنی نہ لو'۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: **بريء من كل مسلم مع مشرك** 'میں ہر اُس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو کفار کے ساتھ مل کر لڑے'، مطلب اگر مسلمان کفار کے جھنڈے تلے ہوں"۔

یہ اس مسئلے پر حنفی فقہاء کی رائے ہے، جو پہلے اور بعد کے کئی علماء نے دھرائی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دو حوالوں سے ظاہر ہے۔ ابو بکر جصاص نے اپنی "احکام القرآن"2:599 میں فرمایا، **وقال أصحابنا: لا بأس بالاستعانة بالمشركين على قتال غيرهم من المشركين إذا كانوا متى ظهروا كان حكم الإسلام هو الظاهر, فأما إذا كانوا لو ظهروا كان حكم الشرك هو الغالب فلا ينبغي للمسلمين أن يقاتلوا معهم.** "ہمارے ساتھی (حنفی فقہاء) فرماتے ہیں کہ کفار سے دوسرے کفار کے خلاف مدد لی جا سکتی ہے جب وہ اسلام کی حکومت کے غلبے میں ہوں۔ اگر شرک کی حکومت غالب ہو تو مسلمانوں کو اُن کے ساتھ مل کر نہیں لڑنا چاہیے"۔

جبکہ علاء الدین کاسانی اپنی "بدائع الصنائع"(7:101) میں فرماتے ہیں **"ولا ينبغي للمسلمين أن يستعينوا بالكفار على قتال الكفار؛ لأنه لا يؤمن غدرهم، إذ العداوة الدينية تحملهم عليه، إلا إذا اضطروا إليهم"**، "مسلمانوں کو (دوسرے) کفار سے لڑتے وقت کفار کی مدد نہیں لینی چاہیے ماسوائے اشد ضرورت کے، کیونکہ اُن کی غداری کی کوئی ضمانت نہیں۔ اُن کی اسلام دشمنی اُن کو غداری پر اُکساتی ہے"۔ ہم احناف کے دلائل سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اُن کی غرض مسلمانوں کے لیے تھی کہ کہیں وہ کفار کے زیرِ اثر نہ آجائیں، یا کہیں کفار کے مقصد، اُن کی حفاظت یا مفاد کے لیے استعمال نہ ہو جائیں۔ اسی شرط پر وہ اس (مدد) کو جائز کہتے ہیں اگر اسلام غالب ہو اور وہ (کفار) مسلمانوں کے جھنڈے تلے لڑیں۔ اس طرح وہ ہمارے مفاد کے لیے کام کریں گے اور کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہم اُن کے مفاد کے لیے کام کر رہے ہوں گے اور مسلمانوں کا خون کفار کے مقاصد و مفاد کی خاطر ضائع ہوتا رہے گا۔

یہ دلیل اس سے ملتے جُلتے مسئلے، باغی مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد حاصل کرنے، پر بھی عیاں ہے۔ ابن الھمام فتح القدیر(6:109) میں لکھتے ہیں کہ اہلِ عدل (جن کو شرع نے اقتدار دیا) اہلِ ذمہ کو باغی مسلمانوں کے خلاف صرف تب تک لڑائی میں استعمال کر سکتے ہیں جب تک جنگ دارالاسلام کے اندر ہو۔ اگر جنگ دارالشرک میں بھی پھیل جائے تب کفار کی مدد حاصل نہیں کی جا سکتی۔

ہم اس مسئلے کا اختتام اس نتیجے پر کرتے ہیں بہت سی احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے کفار کی مدد سے انکار کر دیا، جیسا کہ امام احمد اور نسائی کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا، **لاَ تَسْتَضِيئُوا بِنَارِ الْمُشْرِكِينَ** "کفار کی آگ سے روشنی مت لو"۔ جبکہ دوسری احادیث میں آپ ﷺ نے اُن سے مدد حاصل کی یا اپنی جانب سے لڑنے کی اجازت دے دی کیونکہ ممانعت عام نہیں بلکہ ایک معیار پر مشروط ہے۔ احناف کے نزدیک یہ معیار اسلام کا غلبہ ہے اور یہ کہ کفار ہمارے جھنڈے تلے لڑیں۔ یہ صرف چند ایک کفار کے چھوٹے گروہوں سے مدد لینے کا حکم ہے۔ اگر وہ الگ ایک طاقت اور الگ جھنڈے کے تحت لڑیں، تب مدد لینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ختم شد

عرب بہار سے حاصل ہونے والے اسباق

تحریر: بلال مہاجر

مشرقِ وسطیٰ میں عرب بہار بہت سے لوگوں کے لیے ایک تعجب سے بھرپور واقع تھا۔ کوئی بھی یہ اُمید نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگ جو دہائیوں تک ظلم و جبر کی چکّی میں پستے رہے وہ اس ظلم و تشدد کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ مزید یہ کہ لوگ اُن ظالموں کے خلاف کھڑے ہوں گے جو اُنھیں سخت ترین سزائیں دیتے رہے تھے۔ عرب کے ظالم حکمران اور نو آبادیاتی کفار یہ سمجھتے تھے کہ شائد مسلم امت اب کبھی نہیں جاگے گی، بالخصوص خلافت کے انہدام کے بعد جس نے امت کو متحد کیا ہوا تھا۔ اُنھوں نے اِسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اِس پر قصاب صفت حکمران مسلط کر دیئے جنھوں نے امت کو اسلام کو مکمل سیکھنے اور سیاسی طاقت کے طور پر نافذ کرنے سے روکے رکھا۔

یہ حقیقت ہے کہ اِن انقلابات نے ہر کسی کو حیران کر دیا تھا لیکن انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اِس حدیث کو سچ ثابت کر دیا، جب آپ ﷺ نے فرمایا، **لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ"** میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گا جو کوئی ان کو بگاڑنا چاہے گا وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچے (قیامت) اور وہ غالب رہیں گے لوگوں پر "(بخاری و مسلم)۔ اگرچہ امت کو دھچکا لگا اور وہ دنیا کے سامنے صفِ اول کی ایک خود مختار ریاست نہ رہ سکی، تاہم تھوڑے ہی عرصے میں اب یہ امت بیدار ہو کر نشاۃِ ثانیہ کی راہ پر گامزن ہو جائے گی۔ ماضی اِس بات کا گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کیا گیا، جیسا کہ فلسطین کی مقدس سرزمین پر صلیبیوں نے قریباً ایک صدی تک قبضہ رکھا جو کہ آج کے یہود کے قبضے سے بھی طویل تھا، اُس وقت امت نے یہ مثال قائم کی کہ وہ دوبارہ اُبھری اور صلیبیوں کے خلاف بغاوت کی اور خود کو اور اپنے علاقوں کو آزاد کروایا۔

زوال پزیر ہونے کے باوجود جس چیز نے امت کو مکمل طور پر تباہ ہونے اور دوسرے تہذیبوں میں ضم ہو جانے سے بچائے رکھا وہ اسلام اور اسلامی عقیدہ ہی ہے۔ اسلامی نظریۂ حیات (آئیڈیالوجی) اور اسکی فطرت انسانوں کے بنائے ہوئے نظریہ ہائے حیات (آئیڈیالوجیز) سے برتر ہے اِس لئے یہ ہر گز اُن میں ضم نہیں ہوتا کہ جو اس سے کم تر ہیں۔ یوں امت نے کافر استعمار اور اُس کی مغربی تہذیب، جو کہ آزادیوں اور فکری خلل کی بنیاد پر کھڑی ہے، کے پرچار اور اپنے ایجنٹ حکمرانوں اور بالخصوص تعلیم، میڈیا اور ثقافتی پلیٹ فارمز کے ذریعے اس تہذیب کے زبردستی نفاذ کے باوجود اسلام کو نہیں چھوڑا۔ دراصل امت کے لیے اسلام ہی وہ محرک رہا ہے جس نے عربوں کو اپنے سیکولر حکمرانوں کے خلاف اُٹھنے پر اُکسایا، جو کہ اُس کے اسلامی عقیدے سے ٹکر لیے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اِن انقلابات میں نیشنل ازم، حُب الوطنی اور دوسرے اسباب کی بجائے اسلام ایک لازمی و نمایاں جُزو تھا۔ شامی انقلاب کا نعرہ "یہ اللہ کے لئے ہے، یہ اللہ کے لئے ہے" بھی اسی کی عکاسی کرتا ہے۔

حتیٰ کہ جب یمن، تیونس، لیبیا اور مصر میں کچھ بکے ہوئے گروہوں نے انقلابات سے اپنی جعلی نسبت ظاہر کرنے کی کوشش کی تب بھی امت نے اُن دورُخے مشکوک لوگوں سے اپنے آپ کو بچا لیا، جنھوں نے دراصل اپنے آپ کو ان انقلابات کا رہنما ظاہر کرنے کی کوشش کی، بلکہ امت نے اُن کے خلاف بھی انقلابات کا از سرِ نو آغاز کر دیا۔ امت اپنے علاقوں میں پرانے ایجنٹ حکمرانوں کی جگہ نئے ایجنٹ حکمران نہیں چاہتی کہ جو اسلام کو نافذ نہ کریں۔ ایجنٹ حکمرانوں کے ظلم و جبر کے بعد اب صرف اسلام ہی لوگوں کو انصاف فراہم کرے گا۔ باوجود ان حکمرانوں کے جمہوریت کے نعرے لگانے اور آزادیوں کے باب کھولنے کے، امت نے انہیں مسترد کیا حتیٰ کہ اُنھیں ایسی جماعتوں کو اجازت نامے جاری کیے جو کہ اُنھیں کی حکومتوں کے خاتمے اور منہجِ نبوی پر خلافت کے قیام کے لیے سرگرم عمل تھیں، جبکہ ماضی میں انہوں نے کبھی اس چیز کی اجازت نہیں دی تھی۔ یوں انھوں نے حزب التحریر کو تیونس میں اجازت نامہ جاری کیا اور مصر میں دفتر کھولنے کی اجازت دی اور یمن میں اِس کی سرگرمیوں کو نظر انداز کیا گیا۔

جی ہاں، اسلام ہی ان انقلابات کا اصل محرک تھا۔ اسی لیے عرب مسلمانوں کی برپا کردہ اس جدوجہد کا بنیادی محور نشاۃِ ثانیہ کا حصول تھا خواہ اس کے لیے جان قربان کرنا پڑے۔ پس جب تک اسلام کی حکمرانی قائم نہیں ہو جاتی یہ لوگ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ صرف اسلام ہی وہ واحد نظام ہے جو انصاف کو یقینی بناتا ہے۔ اگر لوگوں پر وہ نظام نافذ نہ ہو جو اللہ کو پسند ہے تو لوگ کبھی بھی برابری اور حقوق حاصل نہیں کر پائیں گے جن سے وہ دہائیوں سے محروم ہیں۔ اس لیے جو بھی اس امت کا رہنما ہو اُسے بہترین، اسلامی اور مخلص ہونا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہیں ہو گا تو وہ ایک اچھے رہنما کی حیثیت سے امت کی قیادت نہیں کر پائے گا۔ نیز

اگر وہ صرف اسلام سے حکمرانی کا صرف زبانی کلامی دعویٰ ہی کرے گا تو اُس کا راز فاش ہو جائے گا اور امت اُسے تسلیم کرنے سے انکار بھی کر دے گی۔

ایک اہم سبق جو عرب بہار سے ہمیں ملتا ہے وہ یہ کہ مسلمانوں نے تہذیبوں کے مابین تصادم کو اسلام کے حق میں حل کیاہے۔اسلامی عقیدہ وہ واحد نظریہ ہے جس نے کیمونزم کی"ڈائی لیکٹِک تھیوری"dialectictheory کو ہرایا۔کیمونسٹ بلاک امت میں اپنے نظریات پھیلانے میں ناکام رہااور انہیں غالب نہ کر سکا۔پس اسلامی عقیدۂ توحید وہ واحد عقیدہ تھا جس نے کیمونسٹ عقیدۂ الحاد کو شکست دی،جبکہ مغرب اپنے افکار کے مضبوط نہ ہونے کے باعث سوویت یونین کے خلاف صرف معاشی و عسکری امداد دینے تک محدود تھا۔یہ بات سوویت یونین کے انہدام کے بعد وسطی ایشیائی سوویت ریپبلک ریاستوں اور وادیِ فرغانہ میں اسلام کے اُبھرنے سے واضح ہوگئی۔سوویت یونین کے انہدام پر کیمونزم کے خاتمے کا اعلان کیا گیا اور سوویت یونین کی افواج کو واپس بلایا گیا اور لوگوں سے سختی اور تشدد والا کیمونسٹ نظام ہٹایا گیا،تاہم جب سابق کیمونسٹ ریاستوں کے حکمران اسلامی افکار کو نہ تو کیمونزم اور اس کے بعد نہ ہی سرمایہ داریت سے دبا سکے،تواب انھوں نے دوبارہ جبر و تشدد کی راہ اختیار کر لی ہے۔

سیکولرازم،بشمول جمہوریت،نوے کی دھائی میں دنیا پر غالب رہا۔اُس وقت بین الاقوامی سطح پر بلاشبہ اُس کا کوئی ثانی نہ تھا،مگر پھر بھی وہ تہذیب کے میدان میں اسلام اور مسلمانوں کو ہرا نہ سکا۔عرب انقلاب میں لوگ کا مطالبہ جمہوریت،آزادیاں،(فری مارکیٹ) آزاد سرمایہ کاری،لبرل ازم جیسے دوسرے مغربی تصورات،جن کو بہت فروغ دیا جارہا تھا،جیسا کچھ نہیں تھا۔حتیٰ کہ جو عناصر جمہوریت یا آزادیوں کی دعوت دے رہے تھے،وہ بھی اس وجہ سے تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ تصورات اسلام سے متصادم نہیں یا پھر یہ اسلام سے ہی ہیں۔اس لیے عرب بہار کے انقلابات سیکولر مغربی تصورات اور مغرب زدہ حکمرانوں کا اعلانیہ انکار تھے۔مغربی سیاست دان اور مفکرین بھی جانتے ہیں کہ وہ ہار چکے ہیں،جیسا کہ "کلیش آف سیویلائیزیشن" (تہذیبوں کے ٹکراؤ)کا مصنف"سیمیول ٍ Samuel P Huntington ہے۔چنانچہ اُمت کے گمراہ لوگوں اور مغربی حکمرانوں نے عرب حکمرانوں کے ساتھ مل کر وہی ظلم و تشدد اور قتل و غارت والا طریقہ اپنا لیا ہے جو انہوں نے ماضی میں اختیار کر رکھا تھا۔علاوہ ازیں انھوں نے جھوٹ اور دھوکہ دہی کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے "دہشتگردی" کی اصطلاح ایجاد کی اور اُسے امتِ مسلمہ کہ ساتھ جوڑ دیا۔یہ سب اسلامی افکار کے سامنے اُن کی واضح شکست ہے،کیونکہ اگر اُن کے پاس ایک مضبوط فکر ہوتی تو وہ اُس کے ذریعے اسلام کی مخالفت کرتے،مگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ * هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ** "یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو منہ سے (پھونکیں مار کر) بجھا دیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اُسے سب ادیان پر غالب فرما دے خواہ مشرکوں کو بُرا ہی لگے"(صف:9-8)۔

عرب بہار سے ایک بات یہ واضح پتہ چلتی ہے کہ مسلمان سخت (جان) ہیں اور مغلوب نہیں ہوتے۔ماضی میں حکمرانوں کے ایجنٹ طاقت(اقتدار) میں رہے اور اپنے لوگوں کے فیصلے کرتے رہے،کبھی انگریز ایجنٹ،کبھی امریکی تو کبھی فرانسیسی۔تاہم عرب بہار نے خطے میں طاقت کے ایک اور وجود کا اظہار کر دیا ہے جو کہ "لوگ" ہیں۔کون لوگ؟یہ امتِ مسلمہ کے لوگ ہیں۔کہ جن کے متعلق مغرب اس گمان میں تھا کہ اس نے اسلامی دنیا میں موجود اپنے پیروکار حکمرانوں کے ذریعے ان لوگوں میں بہت گمراہی پھیلا دی،ان پر مغربی رنگ چڑھا دیا اور انہیں غفلت میں مبتلا کر دیا۔تاہم امتِ مسلمہ نے اُس کی یہ غلط فہمی اُس کے منہ پر ماری ہے۔یوں امت کی حالت بہتر ہوئی۔وہ زمانہ گیا جب مغرب سمجھتا تھا کہ دنیا میں وہی بابصیرت اور کمال یافتہ ہے۔اب مسلم امت کے اُن لوگوں کا وقت آن پہنچا ہے جنہیں اپنے دین اور عقیدہ پر فخر ہے ،جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔نوآبادیاتی نظام سے مسلمانوں کی آزادی اب زیادہ دور کی بات نہیں رہی۔

تاہم اب یہ امتِ مسلمہ (بشمول عرب) کی ذمہ داری ہے کہ اِن غلام حکومتوں کے تخت اُلٹنے کی جدوجہد پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں۔کامل اسلام اُن کا مطالبہ ہونا چاہیے اور امت میں سے مخلص لوگوں کو اپنا رہنما بنانا چاہیے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی حق گوئی اور اخلاص کو امت اچھی طرح جانتی ہے۔یہ وہ ہیں جن میں مسلم امت کے رہنماؤں والی خصوصیات پائی جاتی ہیں،جو اسلام پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور بنا کسی مصلحت ، سمجھوتے اور تاخیر کے اسلام کا مکمل نفاذ چاہتے ہیں۔نہایت عاجزی کے ساتھ،یہ حزب التحریر کے لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ** "ایسوں کی راہ چلو جو تم سے صلہ نہیں مانگتے اور وہی ہیں سیدھے راستے پر"(یٰس:21)

ختم شد

روہنگیا بحران: تاریخ اور سیاست

تحریر: خالد عزیز

میانمار کے جنوب مغربی صوبے میں راخائن میں ہونے والے حالیہ واقعات نے کافی عالمی اور مقامی توجہ حاصل کی ہے۔ فوج کے "کلیئرنس آپریشن"، جو کہ میانمار حکومت کی جانب سے دیا گیا نام ہے، کے نتیجے میں تقریباً چھ لاکھ روہنگیا مسلمان شمالی راخائن کے علاقوں سے اپنے گھروں سے بھاگ کر پڑوسی بنگلا دیش میں داخل ہوگئے جبکہ 24 اگست 2017 سے لیکر اب تک تقریباً دو ہزار لوگ ہلاک کیے جا چکے ہیں (1)۔

میانمار کی حکومت کا دعویٰ ہے کہ جنوبی راخائن کے علاقے میں موجودہ آپریشن "اراکان روہنگیا سالویشن آرمی" کے دہشت گرد حملوں کے جواب میں کیا جارہا ہے جن میں سیکیورٹی فورسز کے 11 ارکان کو قتل کر دیا گیا تھا(2)۔

راخائن صوبے (پرانا نام مسلم اراکان) میں مسلم نسل کے لوگوں کے خلاف تازہ ترین تشدد کا مسئلہ اور اس کا ماخذ دراصل پرانے تاریخی تنازعہ کا تسلسل ہے جو کہ مشرک بدھسٹوں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ایک حاملِ دعوت کے لیے اس مسئلے کو وسیع تناظر میں سمجھنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنی دعوت کو امت کے سامنے مزید مؤثر اور مضبوط انداز میں پیش کر سکے۔

اراکان کا جغرافیہ:

اراکان، جو کہ اب برما کا مغربی صوبہ ہے، 1784ء تک ایک خود مختار ملک تھا۔ دوسرے ممالک کے ساتھ اراکان کے جغرافیہ نے تاریخ کے ادوار میں اہم اثرات مرتب کیے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے اختتام تک جو اراکان خود کو ایک آزاد ملک کے طور پر برقرار رکھنے میں کامیاب رہا، وہ اس کے جغرافیائی مقام کی وجہ سے تھا(3)۔

برطانوی دور کے دوران اراکان کا مجموعی رقبہ تقریباً 20،000 مربع میل تھا۔ یہ خلیج بنگال کے مغربی ساحل کے ساتھ شمال اور جنوب کی جانب پھیلی ہوئی زمین کی ایک تنگ پہاڑی پٹی ہے جو شمال میں وسیع اور جنوب کی طرف تنگ ہو جاتی ہے۔ یہ شمال مغرب میں بنگلا دیش سے، شمال میں بھارت سے اور شمال مشرق میں چائنا ہلز سے متصل ہے۔ یہ مشرق میں ایک طویل حد تک اراکان یوما کے تقریباً ناقابل عبور پہاڑوں کی وجہ سے کٹا ہوا ہے جو اسے طبعی طور پر ایک الگ اور مکمل جغرافیائی اکائی بنا دیتا ہے۔ اس کی بنگلا دیش کے ساتھ 170 میل طویل سمندری اور زمینی سرحد ہے جو روایتی طور پر مشرق بعید کی جانب گزر گاہ کا کام کرتی ہے۔ مغرب میں 360 کلومیٹر طویل ساحلی پٹی اراکان کو سمندری مواصلات کے لیے آسان بنا دیتی ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر بدھ ازم آراکان میں ممکنہ طور پر برما سے پہلے پہنچا۔ اسلام کی اراکان اور اس کے ساتھ متصل ساحلی علاقوں، جنہیں اب چٹاگانگ کے نام سے جانا جاتا ہے، میں بنگال کے مرکزی بری علاقوں کی نسبت پانچ سو سال پہلے آمد بھی اس علاقے کی جغرافیائی وجوہات سے منسوب ہے۔

اراکان پہاڑوں، گھنے جنگلات، دریاؤں اور ندی نالوں کی زمین ہے۔ مجموعی زمینی سطح کا زیادہ رقبہ جنگلات سے بھرا ہوا ہے۔ اراکان کا شمالی حصہ سیلابی دریائی میدانوں کے ساتھ وسیع ہے جبکہ جنوبی حصہ تنگ اور چٹانوں پر مشتمل ہے۔ اراکان کے ساحل کے ساتھ بہت سے سمندری جزائر ہیں جن میں رامری اور چیڈوبا سب سے بڑے ہیں۔ کیاؤکپیو شہر سے چند میل شمال مشرق میں رامری جزیرے کے ساحل پر گہرے پانی کی قدرتی بندرگاہ ہے۔

یہ گہرے سمندر کی قدرتی بندرگاہ امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے جیسے بڑے جہازوں کو سمو سکتی ہے۔ شمالی اراکان کی ماؤ، کالادان اور لیمرو نامی وادیوں کی سیلابی مٹی اتنی زرخیز ہے کہ کبھی اس علاقے کو عمومی طور پر دھاوتی یا چاول کا گودام کہا جاتا تھا۔ اراکان میں چاول کی پیداوار اس حد تک وسیع اور کامیاب تھی کہ دوسری جنگ عظیم سے پہلے تک اضافی فصل کو بڑی مقدار میں چٹاگانگ، کلکتہ، مدراس، کولمبو اور کوچن برآمد کیا جاتا تھا۔

اراکان میں اسلام کی تاریخ:

عرب قدیم ادوار کے اہم ترین ملاح اور سمندروں پر راج کرنے والے لوگ تھے۔ تیسری صدی عیسوی میں ہی وہ جنوبی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا اور مشرق بعید تک رابطہ استوار کر چکے تھے۔ تب سے عربوں نے جنوبی ایشیائی اور جنوب مشرقی ایشیائی پانیوں کے تمام ساحلوں کے ساتھ چھوٹی تجارتی کالونیاں قائم کر لیں تھی، جن میں اراکان، سماٹرا، جاوا، اور مولوکس شامل تھیں۔

پھر ساتویں صدی کے وسط میں اسلام کے ایک زبردست روحانی، سماجی اور سیاسی قوت کے طور پر ابھرنے کے ساتھ عربوں کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ نبی ﷺ کے وصال کے سو سال کے اندر اندر وہ روم کے مقابلے میں ایک زبردست سلطنت کے مالک بن گئے۔ ان کی سمندری عملداری بحیرہ روم کے دونوں طاسوں اور بحیرہ احمر Red Sea

سے نیچے بحر ہند کی معلوم لمبائیوں تک بڑھ گئی۔ بحیرہ احمر عملی طور پر ایک "عرب جھیل" تھا۔ تاہم بحیرہ ہند میں ان کا براہ راست سیاسی تسلط مشرق کی جانب نچلے سندھ کے ساحلی علاقوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پھر بھی مالدیپ اور سیلون میں کونکن، مالابار اور کورومنڈل کے ساحلوں کے ساتھ عربوں کے اپنے مذہبی اور سماجی طریقوں سے مکمل لطف اندوز ہونے کی پوری آزادی کے ساتھ بسنے کا عجیب منظر ہمیں نظر آتا ہے، اور ان کی تجارتی سرگرمیاں انڈیمان، نکوبار اور اراکان کے جزیروں، اور سماٹرا، مالایا اور جاوا تک بڑھ گئیں۔

اسلام کسی بھی طرح کی سیاسی حمایت کے بغیر ان علاقوں میں آیا اور اس کی جڑیں صدیوں تک ان علاقوں میں مضبوطی سے قائم رہیں۔ Burma Gazetteer کے مصنف Mr R. B. Smart نے لکھا کہ "تقریباً 788 عیسوی میں Mahataing Sandya تخت نشیں ہوا، اور پرانے Ramawadi کے مقام پر ایک نیا شہر Vesali قائم کیا اور بیس سال کی حکومت کے بعد مر گیا۔ اس کے دور حکومت میں متعدد جہاز Ramree کے ساحلوں پر تباہ ہوئے اور ان کے عملے، جو کہ محمڈن تھے، کو اراکان بھیجا گیا اور وہ وہیں دیہات میں بس گئے"۔ "The Arakanese Chronicles" میں لکھا گیا ہے کہ، اسی عرصے میں مسلم فقیر اور درویش اراکان کے ساحلوں کا دورہ کیا کرتے تھے۔ وسیع پیمانے پر معروف ایک حقیقت مسلم مزارات کی موجودگی ہے جن میں بدر مقام کہلائے جانے والے پیر بدرالدین بدری الامام کے پیروکاروں کی طرف سے بنایا گیا یادگار مزار ہے اور یہ پیروکار اراکان کے ساحلی علاقے میں پھیلے ہوئے تھے(4)۔

میاؤ کے علاقے میں افسانوی حنیفار تونگی اور خیافوریر تونگی کے مزار، امباری کے باباجی شاہ مناعم اور اکیاب میں پیر بدر شاہ کے مزارات یہ سب اراکان میں آٹھویں صدی میں مسلمانوں کی آمد کے قطعی ثبوت ہیں "TheArakanese Chronicles" پگن دور میں مسلم صوفیاء کے سفر کرنے کے بارے میں مزید حوالہ جات دیتے ہیں۔ اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف مسلم تاجر بلکہ مسلم صوفیاء اور درویش بھی ابتدائی ادوار میں اس خلیج کے ساحلوں پر آتے رہے ہیں۔ عرب تاجروں اور صوفیوں نے مقامی لوگوں میں تبلیغی سرگرمیاں بھی سرانجام دیں اور لوگوں کی بڑی تعداد اسلام کی جانب مائل ہوئی۔ بہت سارے عرب مسلمانوں نے مقامی عورتوں سے شادیاں کیں اور انہی شہروں اور گاؤں میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مسلم تاجروں نے یا تو اراکان یوما کے پار Upper Burma اور پھر China جانے کے لیے زمینی راستے استعمال کیے، یا مشرق بعید جانے کے لیے مالاکا، سماٹرا، اور جاوا کے ذریعے پانی کے راستے استعمال کیے۔ مشرق وسطیٰ کی جانب اپنے واپسی کے سفر کے لیے مسلم تاجروں نے اراکان کے ذریعے یہی راستے استعمال کیے ۔ حالیہ صدیوں تک مسلمان اراکان کی غیر ملکی تجارت کو کنٹرول کرتے تھے۔ بعد میں آنے والی صدیوں کے دوران ہجرت اور مقامی لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی وجوہات کی بنا پر مسلم آبادی بڑی تعداد میں بڑھ گئی۔ تاریخ دان G. E. Harvey کہتا ہے کہ ،"دسویں صدی کے بعد ملک ،جو ظاہری طور پر بدھسٹ تھا، محمڈنزم (Muhammedanism) کے پھیلاؤ کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا، کہ جس نے تیرہویں صدی تک آسام سے مالایا تک ساحل کو بدر مقام کہلانے والی متجسس مساجد کے ذریعے جوڑ دیا۔ بے شک یہ محمڈن اثر و رسوخ ہے جس کی وجہ سے عورتوں کو برما کے مقابلے میں اراکان میں زیادہ الگ رکھا گیا"۔ تیرہویں صدی تک اسلام نے افریقہ کے اٹلانٹک اور بنگال کے ساحلی علاقوں کے لوگوں کے دلوں اور ارواح کو جیت لیا تھا، اور اس زمانے کی سب سے طاقتور اور مضبوط اقتدار کو فروغ دیا۔ اراکان کے بنگال سے متصل ہونے کی وجہ سے اور اپنی مسلم آبادی کی وجہ سے تیرہویں صدی کے دوران اراکان میں اسلامی اقتدار کا اثر نہایت زبردست تھا۔ ریاست اراکان میں مسلمانوں کی موجودہ آبادی کا اندازہ لگ بھگ گیارہ لاکھ ہے۔

اراکان میں مگدھ بدھوؤں کی آمد:

آراکان میں بدھ مت کی آمد کا آغاز پہلی صدی کے عیسائی دور کے آس پاس ہوا۔ آٹھویں صدی میں ہندو Revivalis راہنما، Shankarachrijya کے ماتحت بھارت میں بدھسٹوں پر بہت ظلم و ستم ڈھایا گیا۔ مگدھ، بھارت کے پرانے بہار میں شاؤنی ہندوؤں اور دشمن مہایان فرقہ کے بدھوؤں کی جانب سے بدھسٹوں پر اتنا ظلم کیا گیا کہ ہنایان بُدھ بڑی تعداد میں بھاگنے پر مجبور ہوئے اور بلاآخر **چندرا** بادشاہوں کے زیرِ نگیں اراکان میں پناہ لی(5)۔

اِس کے علاوہ اٹھارویں اور اُنیسویں صدی میں تبت کی فتح کے دوران بنگال سے بُدھ مہاجرین اراکان میں آئے جہاں وہ اپنے مذہب کی حفاظت کر سکتے تھے۔ یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ مگدھ کے ابتدائی دور میں بنگال بھی اِس میں شامل تھا۔ اُن بدھ مہاجروں نے مگدھ سے ہجرت کرنے کی بنیاد پر مگھ کا نام اپنایا۔ اُس وقت اراکان میں ہندوازم، بدھ ازم اور اسلام تینوں مذاہب ایک ساتھ موجود تھے مگر بڑے پیمانے پر اسلام کی جانب تبدیلیِ مذہب ہو رہی تھی۔

منگولوں کے حملے نے اراکان میں بھرپور کامیابی حاصل کی جس نے 957ء میں چندرا بادشاہی کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ ویشالی کی مشرقی ہندو ریاست میں ہندوازم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اِس حملے نے نہ صرف چندرا عہد کا خاتمہ کر دیا بلکہ بنگال کے **پالا**

بادشاہوں کو بھی اپنے ساتھ بہالے گیا۔ ویشالی کبھی دوبارہ نہ اُبھر سکا لیکن بنگال میں ہندوؤں نے چند سالوں میں منگولوں کو گہرے پہاڑی علاقوں میں واپس دھکیل کر اپنی عظمت دوبارہ حاصل کرلی۔ حملہ آوروں نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کی مخلوط ثقافت سے اپنے آپ کو آراستہ کرلیا اور بلا آخر اُن پانچ لمبی صدیوں کے دوران وہاں کے باشندوں کے ساتھ ضم ہوگئے۔

ہندوازم کے خاتمے اور منگولوں اور تبتی برمیوں کے آپس میں ضم ہوجانے کے بعد وہاں صرف دو مخصوص نسلیں ۔ روہنگیاء اور مگھ بدھ ۔ رہ گئیں جو صدیوں تک اراکان میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔

اندرونی دشمنیوں اور محلاتی سازشوں کے نتیجے میں اراکان کی مسلم حکمرانی اٹھارویں صدی میں کمزور ہوئی اورانیسویں صدی کی ابتداء میں پڑوسی برما کے بدھوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔

اراکان پر برطانوی حکمرانی(1947-1825):

1826ء میں جب برطانیہ نے اراکان میں حکمرانی سنبھالی تو حالات بے قابو تھے اور کئی سالوں تک ایسا ہی رہا۔1836ء میں برطانویوں کے خلاف وسیع پیمانے پر ایک بغاوت کو کچل دیا گیا اور ملک کے حالات حقیقتاً سنبھلنے لگے۔ابتداء میں اراکان اور تھنسیریم (Tannasserim)کے دو صوبوں کو علیحدہ طور پر ہندوستان کے گورنر جنرل کے براہ راست نگرانی کے تحت منظم کیا گیا تھا؛ لیکن اراکان جلد ہی بنگال حکومت کو منتقل کر دیا گیا اور اس کے سپرنٹنڈنٹ کو چٹاگانگ کے کمشنر کے تابع کر دیا گیا۔ ہندوستانی انتظامی نظام کو ہندوستان کے خاص تجربے کے ساتھ وہاں نافذ کیا گیا۔ انتظامیہ کو دوبارہ منظم کیا گیا(6)۔ تاہم بہت پہلے سے اراکان کا اپنا کمشنر بھی ہوتا تھا، کمشنر کے نیچے **ڈسٹرکٹ آفیسر** کی طرز پر اراکان کے کمشنر کا Senior Assistant ، جسے آج کل **ڈپٹی کمشنر** کہا جاتا ہے، **ضلعی مجسٹریٹ** ، **جج** اور **کلیکٹر** کے فرائض انجام دیتا تھا؛ اُس کے نیچے **جونیئر اسسٹنٹ کمشنر** ہوتا تھا جو اپیلوں کی سماعت کے علاوہ اُسی طرح کی طاقتوں کا استعمال کرتا تھا۔

یہ مکمل طور پر گمراہ کن اور بدنیتی پر مبنی الزام ہے کہ برطانوی دور میں مسلمان بڑی تعداد میں اراکان میں داخل ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے مسلمان خاندان، جنہیں پہلے برمیوں نے نکال دیا تھا، اراکان میں اپنے گھروں میں واپس آ گئے جب وہاں امن قائم ہوا جیسا کہ Phayre نے وضاحت کی۔ لیکن 1942ء سے لیکر آج تک، مسلم نسل کشی پر مبنی آپریشن کے نتیجے کے طور پر مسلمانوں کے خلاف فسادات کی وجہ سے تقریباً دس لاکھ روہنگا مسلمانوں کو اراکان چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے۔

برطانویوں نے 1885ء میں پورے برما کا الحاق مکمل کیا۔ 1906ء میں رنگون کالج کے طلباء کی قیادت میں ایک تنظیم Young Men's Buddhist Association (YMBA) کے نام سے قائم کی گئی، جس کا اصل مقصد بدھ مت اور تعلیم کو فروغ دینا اور سماجی خدمات فراہم کرنا تھا۔ YMBA نے سیاسی قراردادوں کا آغاز 1917ء کے ابتداء میں کیا۔ YMBA نے خود کو General Council of Burmese Association (GCBA) میں تبدیل کیا جو کہ زیادہ وسیع بنیاد پر مبنی تھی اور برمی قوم پرستی کی ایک علامت تھی۔ GCBA نے برمیوں کے حقوق کے لیے برطانوی حکومت سے لڑائی لڑی۔

دریں اثناء غیر ملکیوں کے خلاف نفرت کو GCBA اور دوسرے عناصر خاص طور پر بدھ راہبوں کے جانب سے ہوا دی گئی۔ ہندوستانی باشندوں کو نکالنے اور اُن کی املاک کو لوٹنے کے لیے شعلہ بیاں جذباتی تقریریں کی گئیں۔1930ء میں انڈیا مخالف فسادات پھوٹ پڑے۔ 1930ء کے آس پاس اپنے آپ کو **ٹھاکن**(Masters) کہلانے والے یونیورسٹی کے نوجوان طلباء نے Dobama Asiayone (Our Burman Association) کے نام سے ایک نئی تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے ملک بھر میں انڈین مخالفت کی سنسنی خیزلہر پیدا کی۔ برمی بدھ عوام مقامی مسلمانوں جیسا کہ اراکان کے روہنگیاء، وسطی برما کے زربادی، مشرقی برما کے Panthays، اور جنوبی برما کے باشوؤں کی عام ہندوستانیوں سے تفریق کرنے میں ناکام رہے، جو نو آبادیاتی دور میں وہاں داخل ہوئے تھے، اور اُن سب پر بلا تفریق حملے کیے۔ اسی دوران برما کے مذہبی اور سیاسی رہنما اراکان آئے تا کہ وہاں کے مگھوں کو Thakin Party میں شامل کر سکیں جس کا مقصد برما کو برطانوی قبضے سے آزاد کرانا تھا۔

تاہم ٹھاکنوں نے برما کی جدوجہدِ آزادی کے دوران دو برادریوں کو تقسیم کرنے کے درپردہ مقاصد کے ساتھ اراکانی مگھوں کے اذہان میں مسلم دشمنی داخل کر دی۔ جب علیحدگی کا سوال اُٹھا تو برطانوی حکومت نے مختلف برادریوں کی نمائندگی کرنے والے 24 نمائندوں کو 27 نومبر 1931ء سے لیکر 12 جنوری 1932ء تک لندن میں ہونے والی Burma Round Table Conference میں شرکت کے لیے لندن بلایا ، لیکن روہنگیاء کے کسی بھی نمائندے کو مدعو نہیں کیا گیا تھا کیونکہ برطانویوں نے ان کو بھارتی کمیونٹی کے اندر شمار کیا تھا۔ ایک مگھ بدھ ٹھاکن Mr. Tun Aung Gyaw نے اراکان کے وفد کی نمائندگی کی ۔ 1937ء میں برٹش انڈیا سے علیحدگی اور Home Rule یعنی Internal Self Government))کے حصول کے بعد ٹھاکنوں کو انتظامیہ کا مکمل کنٹرول مل گیا۔ علیحدگی کے صرف ایک سال بعد 1938ء میں

رنگون میں دوبارہ مسلم مخالف فسادات پھوٹ پڑے۔ اسی دوران ٹھاکن پارٹی کے راہنما **Aung San** نے اراکان کا خفیہ دورہ کیا جہاں اُس نے Myebon شہر میں ایک کانفرنس میں شرکت کی اور اراکانی بدھ رہنماؤں سے برما کی آزادی کے بارے میں اپنی حکمتِ عملی بشمول اراکان کے روہنگیا کے بارے میں اپنی پالیسی پر بات کی۔ جب یورپ میں دوسری عظیم عالمی جنگ شروع ہوگئی، تو برما کے گورنر نے **Axis Power** سے Automatically جنگ پر ہونے کا اعلان کر دیا۔

Aung San اور اسکے 30 ساتھی خفیہ طور پر جاپان چلے گئے جہاں انہوں نے جاپان کے تحفظ کے تحت **Burma Independence Army**(BIA) تشکیل دی۔ جاپانیوں نے 23 دسمبر 1941ء کو رنگون پر بمباری کی تو برطانیہ برما اور اراکان سے پسپا ہو کر انڈیا واپس آ گیا۔ **Ex-General Ne Win** کی قیادت میں BIA کے سپاہیوں کا پہلا گروہ 1942ء کے ابتدائی مہینوں میں Moulmien کے ذریعے رنگون میں داخل ہوا۔ اس نے اراکان کے روہنگیاء اور پورے برما میں Indians کے اندر زبردست اضطراب پیدا کیا اور وہ پہلے سے ہی تمام دستیاب راستوں کے ذریعے برما سے فرار ہونے کا آغاز کر چکے تھے۔

مسلمانوں اور بدھسٹوں کے درمیان موجودہ تنازعہ:

میانمار، ملک کے آٹھ مختلف حصوں میں موجود، **135** سرکاری طور پر تسلیم شدہ قومیتوں پر مشتمل ہے جن میں ملک کے مرکزی حصے سے تعلق رکھنے والی بامار(**Bamar**) سب سے بڑی قومیت اور سیاسی طور پر باقی سب پر حاوی ہے۔ راخائن کی ریاست سے تقریباً گیارہ لاکھ کی آبادی والے روہنگیاء مسلمانوں کو 1982ء کے متنازعہ شہریت کے قانون کے بعد سے سرکاری طور پر میانمار کے شہری تسلیم نہیں کیا جاتا(7)۔

اس شہریت کے قانون کے مطابق زیادہ تر روہنگیا مسلمانوں کو برمی حکام برمی شہری نہیں بلکہ "غیر ملکی رہائشی" سمجھتے ہیں۔ مکمل شہری حقوق کی کمی کے سبب روہنگیا بدسلوکیوں کا شکار ہیں جیسا کہ سفر کرنے کی آزادی پر پابندی، تعلیم تک رسائی پر امتیازی حدود، اور املاک کی صوابدیدی ضبطگی۔ مزید برآں، اِس قانون کے تحت Verification Scheme تمام قوموں کو 1823ء سے پہلے اپنے آباؤاجداد کی یہاں موجودگی کے ثبوت فراہم کرنے کو لازمی کرتی ہے ماسوائے مسلمانوں کے، کیونکہ اُنہیں 15 ویں صدی سے روہنگیا تاریخ رکھنے کے باوجود ایک قوم/نسل تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اقوام متحدہ نے روہنگیا مسلمانوں کو "The most friendless people in the world" قرار دیا ہے(8)۔

یہاں نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ 1958ء سے قبل میانمار میں مسلمانوں کو بطور شہری تسلیم کیا جاتا تھا۔ 1430ء سے راخائن کے علاقے(ریاستِ اراکان) میں موجودگی، تجارت اور حکمرانی کی بیش بہا تاریخ رکھنے کے باوجود میانمار میں مقامی بیانیہ مسلمانوں کے یکسر خلاف ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ مسلم آبادی دراصل بنگالی ہے جسے اُس وقت کے برما پر برطانوی نوآبادیاتی دور میں اُن کے مقامی منصوبوں کے لیے یہاں لایا گیا تھا۔ مسلم اراکان کی سلطنت معاشی اور سیاسی طور پر بنگال کی سلطنت سے زیادہ منسلک تھی لیکن سرحد سے منسلک بُدھ Dynasty کی نسبت زیادہ خود مختار بھی تھی(9)۔

اراکان میں دو بڑی Ethnic Communities ہیں۔ روہنگیا جو کہ اراکان کی اکثریتی آبادی ہیں اور مجموعی طور پر اسلام پر ایمان رکھتے ہیں؛ اور مگھ (Rakhaings) جو کہ بُدھ ازم کے پیروکار اور اقلیت ہیں۔ 1942ء کے مسلم مخالف فسادات کے دوران جنوبی اراکان کے مسلمانوں کو شمال کی جانب دھکیل دیا گیا جبکہ بُدھ مگھوں نے ملک کے جنوبی حصے پر قبضہ کر لیا تھا جہاں اب وہ اکثریت میں ہیں۔ اراکان کی پہاڑیوں میں چند قبیلے موجود ہیں جو زیادہ تر حرکت پسند ہیں، ان کی تعداد اب بھی غیر اہم ہے(10)۔

روہنگیا مسلمانوں کے خلاف بدترین نسلی تشدد میانمار کی سیاست کا ایک مستقل جزو ہے حتیٰ کہ 1948ء کی آزادی سے پہلے بھی۔ راخائن کی ریاست پر بننے والے کوفی عنان کمیشن کی تحقیقات کے مطابق مسلمانوں کے خلاف تاریخی نفرت اور خوف Buddhist Community میں بڑے پیمانے پر پھیلا ہوا ہے۔ فوجی جنتا نے 1982ء میں شہریت کا قانون بنایا جس نے مسلمانوں سے اُن کی شہریت چھین لی چناچہ اُنکی ناراضگی، تکالیف اور Political Exclusion میں اضافہ ہوا۔

روہنگیا کے خلاف نسلی بنیاد پر نفرت کی جڑیں تاریخی بھی ہیں اور نظریاتی بھی۔ تاریخی طور پر، سترہویں صدی کے وسط میں اورنگزیب کے ماتحت ڈھاکہ، چٹاگانگ اور اراکان کے علاقوں کو بدھسٹوں اور پرتگالی عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرانے والی مغلوں کی فوجی مہم نے بدھ مت کے تھراواڈا شاخ (Theravada Branch) کے پیروکاروں کی نفسیات پر گہرے نقوش مرتب کیے ہیں جو کہ میانمار میں حاوی ہیں(11)۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران برطانیہ نے روہنگیا اور بنگالی مسلمانوں کو جاپانی حملے روکنے کے لیے بھرتی کیا۔ برطانیہ کے خلاف آزادی نواز تحریک کے ایک اہم گروہ کے جاپان کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ یہ غصہ آرمی کمانڈر جنرل Min Aung Hlaing نے حال

ہی میں اس وقت ظاہر کیا جب میڈیا نے 2 ستمبر 2017ء کو اس کا یہ بیان رپورٹ کیا، اُس نے کہا:

"It (army) won't ease off its campaign, describing it as "unfinished business" dating back to World War II. Army was pursuing its patriotic duty to preserve Myanmar's borders and prevent Rohingya insurgents carving out their own territory in northern Rakhine State. We will never let such a terrible occurrence happen (12)again".

نظریاتی طور پر **969** بُدھ تحریک میانمار کے اندر اور خاص طور پر راخائن میں اثر و رسوخ حاصل کر رہی ہے ، اور **Wirathu** نامی ایک Monk اِس کی قیادت کر رہا ہے۔ وراتھو مسلمانوں کی دکانوں کا بائیکاٹ کرنے اور مختلف مذاہب کے درمیان شادیوں کو روکنے کے لیے بدھسٹوں پر زور دیتا ہے۔ وہ مساجد کو دشمن اڈے قرار دیتا ہے۔ اُس کے بارے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نے کہا: **"آپ رحم اور محبت سے بھرے ہوئے ہو سکتے ہیں لیکن آپ ایک کتے، (مسلمانوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے)، کے ساتھ نہیں سو سکتے** (13)۔"

روہنگیا مسلمانوں کے مصائب کو کیسے ختم کیا جائے؟

روہنگیا بحران پر مسلم ممالک میں بڑی تعداد میں مظاہرے دیکھے گئے جن میں روہنگیا مقصد کے ساتھ یک جہتی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اسلامی ممالک میں سے بہت سارے انسانی اور اسلامی گروہوں نے بنگلا دیش-میانمار سرحد کے قریب ریلیف کی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔

جیسے اوپر وضاحت سے بیان کیا گیا کہ روہنگیا بحران کی جڑیں میانمار کے بدھسٹ معاشرے میں کافی گہری ہیں اور ریاست نے جنوبی راخائن میں موجودہ تشدد کو روکنے کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں اٹھائے۔ 18 ستمبر کو دارالحکومت **نیپیداو(Naypyidaw)** سے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب میں ریاست کی کونسلر آن سان سوچی نے روہنگیا مسئلے کی میڈیا کوریج کو صرف الزامات اور جوابی الزامات قرار دیا اور خاص طور پر روہنگیا مسلمانوں کے مصائب کا ذکر کیے بغیر "تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں" کی مذمت کی۔

موجودہ مسلم حکمران ہمیشہ مغرب کی جانب سے مسلط کردہ سرحدوں کی پابندی کرتے ہوئے مسلمانوں کو پیچھے دھکیلتے رہیں گے۔ وہ کبھی مسلمانوں کو دنیا کی رہنمائی کرنے والے مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں دینگے، جو انہیں نام نہاد بین الاقوامی قوانین اور سرحدوں کو نظر انداز کرنے کی اجازت دے گا تاکہ تمام دنیا میں مسلمانوں کی چیخ پکار کا جواب دیا جا سکے۔ اِسکی بجائے وہ فرمانبردار غلام کی طرح پورے تسلسل کے ساتھ Divide and Rule کی جانب چل رہے ہیں جسے اُن کے نو آبادیاتی آقاؤں نے قائم کیا تھا۔

یہ عام طور پر پاکستان کے لوگوں کے لیے اور مسلح افواج کے افسران کے لیے بہت اہم وقت ہے کہ وہ اللہ کے دین کی حکمرانی کو قائم کرنے کے لیے حالات کو بدل دیں تاکہ ایک خلیفہِ راشد تمام مسلم علاقوں کو نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کی اتھارٹی کے نیچے متحد کر دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

(وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ)

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد کرو، جب تم دشمن تھے اور وہ تمہارے دلوں کو قریب لے آیا اور تم اُس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے دہانے پر تھے جب اُس نے تمہیں اُس آگ سے بچا لیا۔ اِس طرح اللہ نے اپنی آیتیں تم پر واضح کر دی ہیں تاکہ تم ہدایت پاؤ" (آلِ عمران: 103)۔

روہنگیا مسلمانوں کی حالتِ زار اِس قابل نہیں کہ ایک دن کی بھی تاخیر کی جائے اور پاکستان ایک بڑی مسلم آرمی کے ہوتے ہوئے اِس غفلت کو یہ کہہ کے Justify نہیں کر سکتا کہ وہ ملک کے اندر دہشتگردوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف ہے۔ ہمیں اپنے اندر صرف اُس دشمن سے لڑنے کی ضرورت ہے جو ہمیں ہمارے فرائض سے اور ایک دوسرے دور کر رہا ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ ہم گہری نیند سے جاگیں اور کارروائی کریں۔

بقیہ صفحہ 11 پر

بے حِس و حرکت حکمرانوں کے سامنے ٹرمپ کا اعلان اُن کے منہ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹرمپ نے آج رات 6-7/12/2017 کو القدس کو یہودی ریاست کا دار الحکومت تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا: "امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بدھ کو وائٹ ہاوس میں اپنے خطاب میں القدس کو "اسرائیل" کا دار الحکومت تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا اور دفتر خارجہ کو امریکی سفارت خانہ تل ابیب سے القدس منتقل کرنے اور اس حوالے سے ماہرِ تعمیرات کے ساتھ معاہدہ کرنے کا حکم دیا۔۔۔ ٹرمپ نے مزید کہا: "میں نے القدس کو "اسرائیل" کا دارالحکومت تسلیم کرنے کا اپنا وعدہ پورا کر دیا"۔۔۔ (العربیہ نیٹ 2017-12-6)۔۔۔ کیا ہی عجیب بات ہے کہ اس اعلان سے قبل ٹرمپ نے عالم اسلام کے اُن حکمرانوں کو فون کیے جو القدس کے بارے میں بلند بانگ دعوے کرتے رہتے ہیں۔ اُس نے سلمان، عباس، عبداللہ، سیسی اور محمد السادس کو فون کیا اور بتادیا کہ وہ چند گھنٹے بعد اپنے خطاب میں یہ اعلان کرنے والا ہے۔۔۔ اس کے باوجود ان سب نے قبروں میں پڑے مُردوں جیسی خاموشی اختیار کی بلکہ یہ تو مُردوں سے بھی بڑھ گئے!

یقیناً، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن، پرلے درجے کے احمق، جابر ٹرمپ نے یہود کے ساتھ کیا اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ یقیناً کُفر ملتِ واحدہ ہے، اور کفار کا ایک دوسرے کی مدد کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عجیب و غریب بات تو عالم اسلام کے حکمرانوں کی جانب سے اِس بات کی پرواہ کئے بغیر کفار کی مدد کرنا ہے کہ ان کا حشر بھی کفار کے ساتھ ہو گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ، یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے، وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا"** (المائدہ:51)۔

اے مسلمانو!

امریکہ نے 1948 میں یہودی ریاست کے وجود کو تسلیم کیا اور اس کے بعد اس کی مدد کرتا رہا، لیکن حکمران خاموش رہے بلکہ امریکہ سے دوستی کرتے رہے! یوں وہ ذلیل ہوئے اور ذلت کا لبادہ اُن کا مقدر بنا۔۔۔

یہودی وجود نے 1967 میں باقی فلسطین پر قبضہ کیا اور اس کے ساتھ ہی القدس پر بھی قبضہ کر لیا۔ امریکہ نے اس قبضے میں اُس کی مدد کی جبکہ یہ حکمران اُس وقت بھی خاموش رہے بلکہ اُنہوں نے امریکہ کو وفاشعار دوست سمجھ لیا اور یہودی وجود کے ساتھ سمجھوتے میں امریکہ ہی کو ثالث بنالیا۔۔۔ یوں وہ ذلیل ہوئے اور ذلت کا لبادہ اُن کا مقدر بنا۔۔۔

یہ لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور دھوکہ دیتے رہے کہ امریکہ یہودی ریاست پر دباؤ ڈال کر اِن لوگوں کو کچھ حصہ دے گا جس پر یہ اپنی غیر مسلح ریاست قائم کرلیں گے اور مشرقی القدس اس کا دار الحکومت ہو گا۔۔۔ اس طرح یہ دھوکہ دے کر ذلیل ہوئے۔ سچ تو یہ ہے کہ بصارت اور عاقبت اندیشی سے محروم ہونے کے باعث اُنہوں نے کسی اور کو نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دیا۔۔۔ یوں وہ ذلیل ہوئے اور ذلت کا لبادہ اُن کا مقدر بنا۔۔۔

اب امریکہ نے ٹرمپ کی زبانی یہ اعلان کر دیا کہ اسراء و معراج کی سرزمین، مسلمانوں کا قبلہ اول اور تین مساجد میں سے تیسری مسجد کی سرزمین جس کے لیے سفر کیا جاتا ہے، یعنی القدس، مشرق سے مغرب تک پورے کا پورا، یہودی وجود کا دار الحکومت ہے۔۔۔ ٹرمپ نے اس اعلان سے پہلے ان حکمرانوں سے رابطہ کیا اور انہیں یہ بتادیا کہ وہ یہ اعلان کرنے والا ہے اور اُن کے اِس زبانی جمع خرچ کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ القدس ان کے لیے مقدس ہے۔ بلکہ اُن کو مزید ذلیل کرتے ہوئے ٹرمپ نے اپنے اعترافی خطاب میں کہا کہ وہ ان حکمرانوں کے ساتھ مسکراہٹوں کے تبادلے کے لیے اپنے نائب صدر کو اِن کے پاس بھیجے گا: "ٹرمپ نے اعلان کیا ہے کہ آنے والے دنوں میں اس کا نائب صدر مائیک پینس مشرق وسطیٰ پہنچے گا۔۔۔" (العربیہ نیٹ 2017-12-6)، اور کیا خوب کہا گیا ہے کہ: جو ذلیل ہوتا ہے اس کے لیے ذلت آسان ہوتی ہے۔۔۔ مُردے کو زخموں سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اے مسلمانو!

کیا کوئی بھی عقل رکھنے والا شخص فلسطین کو یہودی ٹولے کے پنجوں سے بچانے کے طریقے میں اختلاف کر سکتا ہے؟ کیا کوئی عقل رکھنے والا شخص اس بات میں اختلاف کر سکتا ہے کہ امریکہ اور دوسرے ممالک جو یہود کی حمایت کرتے ہیں اُن کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ کیا فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے افواج کو حرکت میں لانا لازمی نہیں تاکہ وہ یہودی وجود سے جنگ کریں اور تمہارے ہاتھوں اس کی کمر توڑ دیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ**

عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ " ان سے قتال کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور مؤمنوں کے دل کو خوش کرے گا"(التوبۃ:14)۔ کیا فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے یہ لازمی نہیں کہ اُن ریاستوں کے ساتھ بھی عملی حالت جنگ جیسا معاملہ کیا جائے جو یہودی وجود کی حمایت کرتے ہیں؟ کیا اللہ، العزیزُ الحکیم کا اُن لوگوں کے بارے میں یہی حکم نہیں جنہوں نے اسلامی سرزمین پر قبضہ کیا ہو اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکالا ہو کہ انہیں وہاں سے نکال باہر کیا جائے ، **وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ "جیسے انہوں نے تمہیں نکالا ویسے ان کو بھی نکالو"**(البقرۃ:191)؟ کیا اسلام کی سرزمین پر قبضہ کرنے والے اور وہاں سے مسلمانوں کو نکالنے والے یہود کی حمایت کرنے والی ریاستوں کے بارے میں اللہ کا حکم یہی نہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ "بے شک اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تعلقات سے تمہیں روکتا ہے جنہوں نے دین کی وجہ سے تم سے قتال کیا اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے میں اوروں کی مدد کی اور جو ان لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھے گا وہی ظالم ہو گا"**(ممتحنہ:9)؟ کیا یہی وہ حق بات نہیں جس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جس کے پاس دل ہے، جو سن سکتا ہے ، دیکھ سکتا ہے؟

اے مسلمانو، اے اسلامی دنیا کی افواج!

1948 میں فلسطین پر یہودی قبضے پر حکمرانوں کی خاموشی، ان سے قتال کے لیے افواج کو متحرک نہ کرنا اور مقبوضہ فلسطین کو آزاد نہ کرانا بہت بڑا جرم تھا۔۔۔ پھر 1967 میں یہود کی جانب سے باقی ماندہ فلسطین پر قبضے پر حکمرانوں کی خاموشی اور فلسطین کو یہود کے پنجے سے واپس لینے کے لیے افواج کو متحرک نہ کرنا اس سے بڑا جرم تھا۔۔۔ اسی طرح یہود کی مدد کرنے والی ریاستوں کے ساتھ حالت جنگ کا معاملہ نہ کرنا بھی کوئی کم جرم نہیں۔۔۔ اور ان ملکوں کے ساتھ دوستی تو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مؤمنوں کے ساتھ سراسر خیانت ہے۔

ٹرمپ نے ان حکمرانوں کو بے نقاب کر دیا ، اُس نے حکمرانوں کی خاموشی کے اُس آخری پردے کو بھی ہٹا دیا جس نے ان کے ننگے پن کو چھپا رکھا تھا۔ اب ان حکمرانوں کا مسلمانوں اور مسلم علاقوں پر حکمرانی کا کیا حق رہ گیا ہے؟! اب افواج کو متحرک ہونا چاہیے اور ان ذلیلوں کو اپنے قدموں تلے روندنا چاہیے جو ارض مقدس پر قابض یہود سے قتال کی راہ میں حائل ہیں، اور یہود کی حمایت کرنے والے ممالک کے ساتھ حالت جنگ کا معاملہ نہیں کرتے۔۔۔ مسلمانوں اور ان کی افواج کو اب ان حکمرانوں کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلام کی ریاست، خلافتِ راشدہ، کو قائم کرنا چاہیے، جس کے بعد بڑے کافر استعماری ممالک نہ ہی مسلمانوں کی سرزمین پر قدم رکھنے کی ہمت کریں گے اور نہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں گے۔۔۔ یہود کی ذلیل اور رسوائے زمانہ ریاست کی تو حیثیت ہی کیا ہے جن پر ذلت اور مسکنت لکھ دی گئی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ "اگر یہ تم سے قتال کر بھی لیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی"**(آل عمران:111)۔

اے مسلمانو، اے اسلامی دنیا کی افواج!

یقیناً حزب التحریر وہ رہنما جماعت ہے جو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتی اور تمہیں حکمرانوں کی جرائم اور خیانت پر خاموش رہنے سے خبردار کرتی ہے۔ آج کے بعد تم ان کی گمراہی کا شکار مت ہونا اور ان کے جھوٹ سے دھوکہ مت کھانا۔ یاد رکھو اس خاموشی کا انجام صرف فلسطین کو کھونے تک محدود نہیں بلکہ فلسطین سے بڑھ کر ہو گا۔۔۔ اب ان ذلیل حکمرانوں کی اطاعت کا کوئی عذر اور جواز باقی نہیں رہا جو یہودی وجود کو جڑ سے اکھاڑنے اور فلسطین کو دوبارہ آزاد کرانے کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔۔۔ ان حالات میں ان حکمرانوں کی اطاعت دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کا سبب بنے گی، جیسے تم سے پہلے لوگوں کی اس بات نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا کہ انہوں نے تو اپنے بڑوں کی اطاعت کی تھی، لہٰذا تمہیں بھی یہ بات کوئی فائدہ نہیں دے گی بلکہ ایسے قول کا انجام گمراہی اور تباہی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا "اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا"**(الاحزاب:67)

یقیناً ان احمق حکمرانوں کی اطاعت کا انجام گمراہی اور رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ حکمران ہیں جو جھوٹ، خیانت، گمراہی اور بے راہ روی پر گامزن ہیں۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ : **أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ. قَالَ: وَمَا إِمَارَةُ السُّفَهَاءِ؟ قَالَ: أُمَرَاءُ يَكُونُونَ بَعْدِي لَا يَقْتَدُونَ بِهَدْيِي وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، فَمَنْ صَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأُولَئِكَ لَيْسُوا مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَا يَرِدُوا عَلَيَّ حَوْضِي، وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأُولَئِكَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ وَسَيَرِدُوا عَلَيَّ حَوْضِي** "رسول

اللہ ﷺ نے کعب بن عُجرۃ سے فرمایا: اللہ تمہیں احمقوں کی امارت (حکمرانی) سے بچائے، انہوں نے کہا: احمقوں کی امارت کیا ہے؟ فرمایا: وہ حکمران جو میرے بعد آئیں گے جو میری ہدایت سے ہدایت حاصل نہیں کریں گے جو میری سنت کی پیروی نہیں کریں گے، جس نے ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق کی اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کی تو وہ مجھ میں سے نہیں اور میں ایسے لوگوں میں سے نہیں وہ میرے حوض میں میرے پاس نہیں آسکتے ، اور جو ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرے اوران کے ظلم میں ان کی مدد نہ کرے وہ مجھ میں سے ہیں اور میں ایسے لوگوں میں سے ہوں ،وہی حوض پر میرے پاس آئیں گے"

(اس کو احمد نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے)۔۔۔

اس لیے اے مسلمانو ان حکمرانوں کو برطرف کرنے کی سنجیدہ کوشش اور پیش قدمی کرو، اسلام کے اقتدار کو قائم کرو اور دنیا و آخرت کی عزت کو سمیٹو۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

"اور اس دن مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اوروہی زبردست اور مہربان ہے"(الروم:5-4)۔

حزب التحریر

19ربیع الاول1439ہجری

7دسمبر2017

ختم شد

بقیہ صفحہ38 سے

میں یہ ممکن نہ ہوتا تھا۔ سلمان کا بیٹا کسی اندرونی تنازعہ کے بغیر امریکہ کے مفادات کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور جس کے لئے وہ کسی قریبی رشتہ دار کی بھی مخالفت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے! لہٰذا ملک میں امریکہ کا اثر قائم کرنے کے لیے تمام بیرونی مخالفین، خاص طور پر جن کا تعلق برطانیہ سے ہے، کو ہٹایا جارہا ہے۔۔۔ لہٰذا غداری واضح ہے، ﴿**وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ**﴾"اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر و فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا"(سورۃ یوسف :52)۔

9۔ آخر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس بات کی تصدیق ہورہی ہے کہ ان تمام حکومتوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے: نہ سعودی حکومت میں، نہ ایرانی حکومت میں، اور نہ ہی موجودہ مسلم ممالک میں سے کسی حکومت میں اور نہ ہی اُن میں کہ جو اِن کی پیروی کرتے ہیں اوراُن کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ مسلم دنیا کی یہ حکومتیں صرف کافر استعماری طاقتوں کے احکامات پر عمل کرتی ہیں، ان کا قبضہ برقرار رکھنے اور مسلمانوں کا مال لوُٹنے میں ان کو مدد فراہم کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ نہایت ضروری ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی پہلی ترجیح ان حکومتوں اور حکمرانوں کو ہٹانا ہونا چاہیے جو کے کفار کے ایجنٹ ہیں۔﴿ **وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ** ﴾"اور تم ایسے لوگوں کی طرف مت جھکنا جو ظلم کر رہے ہیں ورنہ تمہیں آتشِ (دوزخ) آچھوئے گی اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد (بھی) نہیں کی جائے گی"(سورۃ ھود:113)۔

ہمیں اس گندگی اور غلاظت سے فوراً چھٹکارا حاصل کرنا ہے جو کہ ان غلیظ استعماری کفار ممالک نے مسلم علاقوں میں پھیلائی ہوئی ہے ،چاہے یہ امریکہ ہو یا برطانیہ یا کوئی اور، کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کفار اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی میں ایک ہی ہیں۔۔۔ اور وہ تمام افراد جو براہِ راست یابالواسطہ ان استعماری کفار ممالک کی پیروی کرتے ہیں یا کسی طور اُن کے ساتھ ہیں، اُن کے منصوبوں کو لاگو کرتے ہیں اور اس سیکولر نظام کو مسلط رکھے ہوئے ہیں تو وہ مجرم ہیں، انہیں ذلت آمیز سزادی جائے گی۔

﴿ **سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ** ﴾

"عنقریب مجرموں کو اللہ کے حضور ذلت رسید ہوگی اور سخت عذاب بھی (ملے گا) اس وجہ سے کہ وہ مکر (اور دھوکہ دہی) کرتے تھے"(سورۃ الانعام :124)

ہمارے تمام مسائل کا حل، اور اس کے سوا کوئی دوسرا حل نہیں ہے کہ: کفار کی قائم کی گئی ان ایجنٹ حکومتوں کو ختم کیا جائے اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کا قیام کیا جائے۔۔۔ چاہے شک ڈالنے والے اسے ناممکن گردانیں اور کفار کے ساتھی مجرمین اسے مشکل سمجھیں، یقیناً خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف اور آپ ﷺ کا طریقہ، انشاءاللہ، دور نظر آنے والے ہدف کو جلد ممکن کردکھائے گا، ﴿ **وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا**﴾"اور وہ کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ فرمادیجئے: امید ہے جلد ہی ہو جائے گا"(سورۃ الاسراء:51)۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگا۔

﴿ **وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ* بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ**﴾

"اور اس وقت اہلِ ایمان خوش ہوں گے، اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ غالب ہے مہربان ہے"(سورۃ الروم :4-5)

2ربیع الاول1439ہجری

20نومبر2017

ختم شد

جرأت سے عاری پاکستانی حکمران مذاکرات کے ذریعے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماضی کی برطانوی سلطنت اور سوویت روس کی طرح آج امریکہ بھی یہ جان گیا ہے کہ وہ افغانستان کے سخت جان اور نہ جھکنے والے مسلمانوں کے خلاف عسکری کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اب امریکہ مذاکرات کے ذریعے سیاسی فتح حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک ایسی فتح جو دنیا کی واحد مسلم ایٹمی طاقت کی دہلیز پر اس کی افواج، انٹیلی جنس اور نجی افواج کی مستقل موجودگی کو یقینی بنا دے۔ امریکی فوج کے حالیہ محدود حملوں کا مقصد بھی افغانستان میں امریکہ کے خلاف لڑنے والے مسلمانوں کو-مذاکرات پر مجبور کرنا ہے۔ 22 اگست 2017 کو امریکہ کے سیکریٹری خارجہ ریکس ٹِلرسن نے اعلان کیا کہ، "میں یہ سمجھتا ہوں کہ صدر (ٹرمپ) نے ان تمام (عسکری) کوششوں کی منظوری اس مقصد سے دی ہے کہ طالبان پر دباؤ ڈالا جائے، طالبان کو یہ سمجھا دیا جائے کہ تم میدان جنگ میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ شاید ہم نہ جیت سکیں لیکن تم بھی جیت نہیں سکو گے۔ آخر کار، ہمیں مذاکرات کی میز پر آنا ہی پڑے گا۔۔۔"۔

ٹِلرسن کے ڈھائی گھنٹے پر محیط افغانستان کے "سرکاری دورے" سے اس بات کی مزید تصدیق ہوگئی کہ امریکہ مذاکرات کے لیے کس قدر بے چین ہے۔ اس دورے میں وہ افغان مسلمانوں کے حملے کے خوف سے دارالحکومت کابل تک جانے کی ہمت نہ کر سکا اور اس نے بگرام فوجی اڈے پر ہی بغیر کھڑکی کے ایک بنکر میں چھپ کر کٹھ پتلی افغان صدر سے ملاقات کی۔ 23 اکتوبر 2017 کو اِسی دورے کے دوران ٹِلرسن نے کہا، "ہم سمجھتے ہیں کہ طالبان میں معتدل افراد بھی موجود ہیں، وہ افراد جو جنگ ہمیشہ کے لیے جاری رکھنا نہیں چاہتے۔۔۔ اگر وہ حکومت کا حصہ بننا چاہیں تو ان کے لئے جگہ موجود ہے"۔

مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور انہیں مذاکرات کو بطور حل قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے پاکستان کے حکمران مذاکرات کی تجویز کو ایسے پیش کر رہے ہیں جیسا کہ یہ ان کے غیر ملکی آقاؤں کی نہیں بلکہ خود ان کی اپنی تجویز ہے۔ 27 ستمبر 2017 کو بی بی سی کے پروگرام "ہارڈ ٹاک" کو انٹرویو دیتے ہوئے پاکستان کے وزیر خارجہ خواجہ آصف نے اعلان کیا، "ہماری تجویز کے مطابق اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے سیاسی راستہ اپنانا ہوگا، یعنی سیاسی حل نہ کہ عسکری حل"۔

یہ امریکی ایجنٹوں کی ایک پرانی روایت ہے کہ وہ امریکی منصوبوں کو ایسے پیش کرتے ہیں جیسا کہ یہ مسلمانوں کے مفاد میں ہیں اور اِن کے اپنے اذہان کی پیداوار ہیں۔ اس کا مقصد صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہوتا ہے تاکہ ایجنٹ اور کٹھ پتلی حکمران امریکی مفادات کے حصول کو یقینی بنا سکیں جن مفادات کو امریکہ محض اپنے بل بوتے پر کسی صورت حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا جب امریکہ کو سات سمندر پار سے افغانستان پر قبضہ کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی تو مشرف نے "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ لگاتے ہوئے، امریکہ کو ا نٹیلی جنس اور ہوائی اڈے فراہم کیے۔ اس کے بعد جب محض روایتی ہتھیاروں سے لیس لیکن -جوش اور جزبے سے سرشار مسلم جنگجوؤں نے امریکہ کی بزدل افواج کے چھکے چھڑا دیے تو کیانی اور راحیل نے ہماری انتہائی قابل اور طاقتور مسلح افواج کو قبائلی علاقوں میں افغان مسلم جنگجوؤں کی نقل و حرکت کو روکنے کے لیے روانہ کیا اور دعویٰ یہ کیا کہ امریکہ کی بھڑکائی ہوئی صلیبی جنگ دراصل "ہماری جنگ" ہے۔

اور اب، جنرل باجوہ اور پاکستان مسلم لیگ(ن) کی قیادت افغان مسلمانوں پر ہمارے علماء اور انٹیلی جنس کے اثرورسوخ کو استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ افغان جنگجو امریکہ کے ساتھ بات چیت کا آغاز کریں۔ مذاکرات کا یہ عمل ایک سیاسی جال ہے جس کے ذریعے واشنگٹن وہ کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے جو وہ میدانِ جنگ میں کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے کمزور حکمران ایک ایسے وقت میں زخمی امریکہ کی مدد کر رہے ہیں کہ جب اس کی معیشت تنزلی کا شکار ہے، اُس کی شکستہ دل فوج میدان چھوڑ کر بھاگنے کے لیے تیار بیٹھی ہے اور وہ اپنی عالمی حیثیت کھوتا جا رہا ہے۔ اور موجودہ حکمران امریکہ کو "سلطنتوں کے قبرستان" افغانستان میں دفن ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ صلیبی امریکہ ، خبیث ہندو ریاست کو افغانستان میں اپنا اثرورسوخ بڑھانے کے لئے ہر طرح کی مدد فراہم کر رہا ہے کیونکہ ہندو ریاست کو اِس خطے کی طاقتور ترین ریاست بنانا امریکی منصوبے کا حصہ ہے۔ تو خطے میں ناپاک بھارتی اثرورسوخ ختم کرنے کیلئے امریکی وجود کا خاتمہ کرنے کی بجائے جرأت سے عاری یہ حکمران مذاکرات کے ذریعے خطے میں امریکہ کی مستقل موجودگی کو یقینی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اے پاکستان کے مسلمانو اور خصوصاً علماء اور انٹیلی جنس والو!

پاکستان کے جرأت سے عاری حکمران افغان مسلمانوں کو ہتھیار ڈال دینے اور صلیبیوں کے

ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے لیے اس طرح راضی کررہے ہیں جیسے اس میں مسلمانوں کی فتح ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَا تَرَكَ قَوْمٌ الْجِهَادَ إِلاَّ ذُلّوا** " جس قوم نے جہاد چھوڑا وہ ذلیل ورسوا ہوئی"(احمد)۔ اسلام کی پوری شاندار تاریخ سے یہ واضح ہے کہ جب مسلمانوں نے جہاد جاری رکھا تو وہ جنگی لحاظ سے انتہائی کمزور ہونے کے باوجود عزت دار رہے اور اُن کا دشمن طاقتور ہونے کے باوجود بالآخر ذلیل ورسوا ہوا۔

آپ سب پر لازم ہے کہ مذاکرات کی ہر قسم کی کوششوں کو مسترد کردیں اور جرأت سے عاری حکمرانوں کی اطاعت سے انکار کردیں جو مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں جہاد سے روکنے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ کافراستعماری طاقت کو ذلت ورسوائی سے بچاسکیں ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ، **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ** "بے شک یہ کافر لوگ اپنے مال کو اس لیے خرچ کررہے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں"(الانفال:36)۔ لہٰذا آپ مذاکرات کو مسترد کردیں، دھوکے پر مبنی اس امریکی منصوبے کو تار تار کردیں تاکہ ٹرمپ کی افواج خطے سے مکمل ذلت و رسوائی کے ساتھ اس طرح نکلیں کہ پھر وہ دوبارہ ہمارے خطے میں آنے کی ہمت نہ کریں بالکل ویسے ہی جیسا کہ اس سے پہلے برطانوی سامراج اور سوویت روس کا حشر ہوا تھا۔

اے افواجِ پاکستان میں موجود مسلمانو!

جرأت سے عاری یہ قیادت ہمارے اوپر سب سے بڑا بوجھ ہے جو اپنی ذاتی دولت میں اضافے کی خاطر ہمارے دشمنوں کو ہمارے ہی وسائل اور صلاحیتوں کے ذریعے مضبوط کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ یہ بڑی طاغوتی قوتوں کے اتحادی بنتے ہیں جبکہ یہ اتحاد ہماری معیشت کی تباہی، عدم تحفظ اور خارجہ تعلقات میں ذلت ورسوائی کا موجب بنتا ہے۔ بڑی طاقتوں سے فوجی اتحاد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہماری افواج اور انٹیلی جنس ان بڑی طاقتوں کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں، اور اس کا ثبوت کئی دہائیوں سے امریکہ کے ساتھ فوجی اتحاد اور اب حالیہ دنوں میں روس کے ساتھ فوجی اتحاد ہے۔ معاشی اتحاد کے نتیجے میں ہم سودی قرضوں کے دلدل میں ڈوب جاتے ہیں، ہمارے وسائل پر غیر ملکی قابض ہوجاتے ہیں ، ہماری معیشت پر غیر ملکی اثرورسوخ قائم ہو جاتا ہے، اور اس کا ثبوت کئی دہائیوں سے امریکہ کے ساتھ معاشی اتحاد اور اب حالیہ دنوں میں چین کے ساتھ معاشی اتحاد ہے۔ اور سیاسی اتحاد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ استعماری طاقتیں اپنے ناکام ہوتے منصوبوں کو سہارا دینے اور انہیں قانونی جواز فراہم کرنے کے لیے ہمارے بے پناہ علاقائی اثر و رسوخ کو استعمال کریں جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار کیا ہے، **الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** "جن کی حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے پھرتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ (تو یاد رکھیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے"(النساء:139)۔

مسلمانوں کے لئے طاقت کے حصول کا صرف ایک ہی یقینی رستہ ہے اور وہ ہے اسلام اور نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام۔ سیاسی لحاظ سے صرف خلافت ہی موجودہ مسلم ریاستوں کو یکجا کرے گی اور ان کے درمیان موجود سرحدوں کو ختم کرے گی جو کہ دشمنوں کے سامنے مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ ہیں۔ معاشی لحاظ سے صرف خلافت ہی امت کے وسیع اور عظیم وسائل کو ایک واحد بیت المال کے تحت اکٹھا کرے گی۔ اور خلافت مسلمانوں کی افواج کو ایک خلیفہ راشد کی قیادت میں یکجا کرے گی اور اس طرح وہ دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پہنچ اور رسائی رکھنے والی فوج بن جائے گی۔

طاقت کے حصول کا صرف ایک ہی یقینی راستہ ہے اور اس کی جانب پہلا قدم اٹھانے کا ذریعہ آپ ہیں۔ پاکستان کی مبارک سرزمین پر نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نُصرہ فراہم کریں، تاکہ امت کو وہ مضبوط قلعہ مل جائے جو اِن کی وحدت کا مرکز بن جائے۔ سوچیں اگر ہمارا دشمن چھوٹے چھوٹے مسلمان عسکری گروہوں سے خوفزدہ ہو کر لرز رہا ہے اور مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے، تو اُس وقت اُس کا کیا حال ہو گا جب اُسے ایسی حالت میں آپ کا سامنا کرنا پڑے گا کہ آپ ایک خلیفہ راشد کی قیادت میں یکجا ہوں گے؟! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ** "پس تم بودے بن کر صلح کی درخواست پر نہ اتر آؤ جبکہ تم ہی بلند و غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور وہ تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا"(محمد:35)

حزب التحریر ولایہ پاکستان

18صفر1439ہجری

7نومبر2017

ختم شد

جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے گی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

27نومبر 2017 کو اسلام آباد میں ختم نبوت کے مسئلے پر ہونے والے دھرنے کے نتیجے میں وزیر قانون کو مجبوراً استعفیٰ دینا پڑا۔ یہی وہ شخص ہے جس کی سربراہی میں انتخابی حلف نامے میں ختم نبوت کی شق میں مجرمانہ تبدیلی کی گئی تھی جس نے پاکستان پر غیر مسلم کی حکمرانی کے دروازے کھول دیے تھے۔ اگرچہ وزیرِ قانون نے استعفیٰ تو دے دیا لیکن اسلام پر حملہ آور ہونے والا دروازہ بند نہیں ہوا ہے کیونکہ جب تک پاکستان میں جمہوری نظامِ حکمرانی موجود رہے گا اسلام پر حملے ہوتے رہیں گے۔

جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے گی

اور ختم نبوت کے مسئلے پر پیدا ہونے والے حالیہ بحران میں اس کا کردار اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ درحقیقت انتخابی حلف نامے میں تبدیلی "دفتری غلطی" نہیں تھی بلکہ یہ حکومتی اقدام جمہوری اقدار اور معیار کے عین مطابق تھا۔ 6نومبر 2017 کو اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل کے Universal Periodic Review (UPR) اجلاس کا آغاز ہوا۔ پاکستان مسلم لیگ-ن کی حکومت کی جانب سے حلف نامے میں تبدیلی اس اجلاس کی تیاری کا حصہ تھی۔ جنیوا میں اسی اجلاس کے دوران امریکہ کے اقوام متحدہ میں موجود مشن نے 13نومبر 2017 کو یہ اعلان کیا کہ،" امریکہ UPRورکنگ گروپ میں پاکستانی وفد کو خوش آمدید کہتا ہے اور پاکستان کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ: 1۔ توہینِ رسالت کے قوانین منسوخ کئے جائیں اور احمدی مسلمانوں اور دوسروں کے خلاف ان قوانین کے استعمال کو ختم کیا جائے۔۔۔"۔

جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے گی

کیونکہ یہ کسی بھی وزیر کو ایسا حکم دینے کا حق دیتی ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ممنوع قرار دیا ہو یا پھر اُس کام کو ممنوع کرنے کا حق دیتی ہے جس کو کرنے کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہو۔ چنانچہ یہ جمہوریت ہی ہے جو انسانیت پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جگہ کئی اور "رب" مسلط کر دیتی ہے۔ البیہقی نے روایت کی ہے کہ عدی ابن حاتم نے کہا کہ : "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سونے کی صلیب پہن رکھی تھی۔ اور میں نے انہیں سورۃ البراءۃ کی تلاوت کرتے سنا، **اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ** 'ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا'(التوبۃ:31)۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، وہ (یہود و نصاریٰ) اُن کی عبادت تو نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **أجل ولكن يحلون لهم ما حرم الله فيستحلونه ويحرمون عليهم ما أحل الله فيحرمونه فتلك عبادتهم لهم** 'ہاں، لیکن جب وہ (عالم اور درویش) اُن کے لیے اُس چیز کو حلال کر دیتے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہوتا تو وہ لوگ اس کو حلال مان لیتے، اور جب وہ اُس چیز کو حرام قرار دے دیتے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہوتا تو وہ لوگ اسے حرام مان لیتے، یہی ان (عالموں اور درویشوں) کی عبادت کرنا ہے'"۔

جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے گی

کیونکہ یہ حکمرانوں اور ججوں کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ چاہیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کے مطابق حکمرانی کریں اور چاہیں تو اللہ کے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن احکامات کے برخلاف حکمرانی کریں جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا** "اللہ اور اس کا رسول جب کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مؤمن مرد یا عورت کے لیے اس فیصلہ میں کوئی اختیار نہیں۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا"(الاحزاب:36)۔

اور جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے

گی کیونکہ یہ انسانوں سے بنی پارلیمان کو اقتدارِ اعلیٰ سونپ دیتی ہے اور اُنہیں اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق قوانین بنائیں جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے، **وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ** "اور یہ کہ (آپ ﷺ) ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ اور ان سے محتاط رہیں کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض (احکامات) کے بارے میں آپ ﷺ کو فتنے میں نہ ڈال دیں"(المائدہ:49)۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

جمہوریت ہمیشہ اسلام پر حملہ آور رہے گی

اور یہی وجہ ہے کہ ہم پر لازم ہے کہ اس کو ہٹا کر نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق خلافت کو قائم کریں۔ اگر نبی ﷺ کے طریقے پر قائم خلافت موجود ہوتی تو ختم نبوت کے مسئلہ پر بحران سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا۔ نبی ﷺ کے طریقے پر قائم خلافت کے حکمران ہر ایک قانون صرف اور صرف قرآن و سنت سے لینے

کے پابند ہوتے ہیں۔ جہاں تک نبی ﷺ کے طریقے پر قائم خلافت میں مجلس امت کا تعلق ہے، جو کہ عوام کی نمائندگی کرتی ہے، تو اس کا کام قرآن و سنت کے نفاذ میں کوتاہی کی صورت میں حکمران کا احتساب کرنا ہوتا ہے۔ اور جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے تو نبی ﷺ کے طریقے پر قائم خلافت میں قاضی مظالم کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ سمیت کسی بھی حکمران کو اسلام سے ہٹ کر حکمرانی کرنے پر برطرف کر سکے۔

لہٰذا صرف اور صرف نبی ﷺ کے طریقے پر قائم خلافت ہی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ حکمران، مجلس امت اور عدلیہ سب کے سب اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے مل کر کام کریں اور غیر مسلم شہریوں کو بھی اُن کے وہ تمام حقوق مہیا کریں جو شریعت نے اُن کو دیے ہیں۔ اسی طریقے سے خلفائے راشدین نے غیر مسلم شہریوں کی جان و مال کا تحفظ کیا تھا اور ساتھ ہی اس بات کو بھی یقینی بنایا تھا کہ دین حق کسی صورت کمزور نہ ہو۔ اسی طریقے سے خلفائے راشدین نے بغیر کسی انحراف کے اخلاص اور وفاداری کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نازل کردہ تمام قوانین کو نافذ کیا تھا جس میں ختم نبوت سے متعلق قوانین بھی شامل تھے۔

لہٰذا ہم سب کو مل کر نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق خلافت کے قیام کے لیے زبردست جدوجہد کرنی ہے تاکہ بلآخر ہمیں ایسے حکمران مل جائیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کے ویسے ہی خیر خواہ ہوں جیسا کہ ہم ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ حزب التحریر کے ساتھ جڑ جائے اور نبی ﷺ کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے اپنا حصہ ڈالے۔ احمد نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ** "پھر ظلم کی حکومت ہو گی اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے ختم کردے گا جب وہ چاہے گا۔ اور پھر نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہو گی"۔ اور پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

مسلمان اپنی ڈھال، خلافت، کے بغیر زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ خلافت کے کمزور ترین دور میں بھی عثمانی خلیفہ نے دنیا کی بڑی طاقتوں، برطانیہ اور فرانس، کو فوجی کارروائی کی دھمکی دے کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی مہم شروع کی تھی۔

اے افواج پاکستان میں موجود مسلمانو!

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ** "تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام انسانیت سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں" (مسلم)۔ لیکن کتنے سالوں سے ہم مغرب کے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتے دیکھ رہے ہیں، اور ہمارے اپنے علاقوں میں خود ہمارے ہی حکمران ختم نبوت کی غیر متنازع حقیقت پر حملہ آور ہیں، اور کوئی ایک بھی ایسا جمہوری حکمران نہیں جس نے اس مسئلے کو زندگی و موت کا مسئلہ سمجھتے ہوئے اِس کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کی ہو۔ ایک لمبے عرصے سے ہم مسلمان اپنی ڈھال، خلافت، کے بغیر زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ خلافت کے کمزور ترین دور میں بھی عثمانی خلیفہ نے دنیا کی بڑی طاقتوں، برطانیہ اور فرانس، کو فوجی کارروائی کی دھمکی دے کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی مہم شروع کی تھی۔

یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ طاعون زدہ جمہوریت کا خاتمہ کریں جو کرپشن، کفر اور نافرمانی کی نگہبان ہے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ نبی ﷺ کے طریقے پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لئے حزب التحریر کو نصرۃ فراہم کریں تاکہ مسلمانوں کی ڈھال بحال ہو۔ لہٰذا اس پکار کا جواب دیں! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ** "اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو، جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے، اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے" (الانفال:24)۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان

9 ربیع الاول 1439 ہجری

27 نومبر 2017

ختم شد

سوال وجواب حرام مال (سرمایہ) کو ضائع کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1۔ حرام مال (سرمایہ) کو ضائع کرنا

2۔ تجارت میں دھوکہ

برائے یوسف ابو اسلام

سوالات:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہمارے امیر، اللہ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کے ہاتھوں اس امت کو فتح نصیب فرمائیں۔

میں دو سوالات عرض کرنا چاہتا ہوں:

پہلا سوال: ایک بھائی کا اسٹاک کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: " اگر آپ اسٹاک کے حرام ہونے کے بارے میں جاننے کے بعد اپنی والدہ، جو کہ کافر ہیں، کو اجازت دیں کہ وہ ایک خاص مدت میں آپ کے حصص (شیئرز) بیچ دیں تو آپ کو اس مخصوص مدت میں اپنے حصص (شیئرز کے منافع کو مسلمانوں کے مفادات میں خرچ کرکے معاملے کو ختم کرنا ہوگا۔ اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ اس منافع کو مسلمانوں کے مفاد پر لگائے جبکہ شریعت کے روسے وہ اس پیسوں کا مالک نہیں تھا، یہ کیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے خرچ کرے؟

دوسرا سوال: میں گھر گھر سبزیاں فروخت کرتا ہوں۔ میں سبزی اس بازار سے خرید کر لاتا ہوں جو مجھ سے تقریباً چالیس کلومیٹر دور ہے۔ بعض اوقات میں اشیاء تجارت (سبزیوں) میں خرابی یا داغ معلوم کرلیتا ہو۔۔۔ یہ ہماری معاشرتی روایت ہے کہ اگر رعایتی نرخ پر بیچنے والے یا پرچون پر فروخت کرنے والے کو اگر کسی چیز میں خرابی کی وجہ سے اس چیز کو واپس کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اس چیز کی قیمت کم کر دیتا ہے۔ اگر میں اس خرابی والی چیز کو اسی دن واپس کرتا ہوں تو میرے لیے آمدورفت کا خرچہ اس کی قیمت سے زیادہ مہنگا پڑتا ہے۔ تو کیا یہ معاوضہ ہے جو کہ درست اور متاثرہ اشیاء میں فرق کی وجہ سے ہے، کیا خراب چیز کی کم قیمت ہمارے لیے لینا جائز ہے؟

جواب:

وعلیکم سلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔

پہلا جواب: حرام مال کو ضائع کرنے کا جواب یہ ہے:

ایسا لگتا ہے کہ آپ اس میں تذبذب کا شکار ہوگئے ہیں اور آپ کو لگا کہ ہمارا بیان کہ "تم ضرور اس پانچ مہینے کے اندر ان حصص (شیئرز) کا منافع اسلام اور مسلمانوں کے مفاد پر ضائع (خرچ) کردو"، اس سے آپ سمجھے صدقہ کے طور پر، یعنی آدمی کو اپنا مال مسلمانوں کے مفاد پر خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔ یہاں مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے کہا "اسے ضائع کردو"۔ جیسا کہ، اگر آپ کے گھر میں کچھ چیزیں آپ کو ناپسند ہوں اور آپ ان سے جان چھڑانا چاہتے ہیں تو آپ بلاشبہ اسے لے کر صحیح جگہ پر رکھ دیتے ہیں، مثلاً جب آپ اس چیز سے جان چھڑاتے ہیں تو اس کو راستے میں نہیں پھینکتے بلکہ آپ اسے لے کر ایسی جگہ ضائع کرتے ہو جو اس کے لیے موزوں جگہ ہو۔ اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنی ناپسند اشیاء کے لیے ایسی جگہ تلاش کرتے ہیں جس سے کسی کو تکلیف بھی نہ ملے اور اس کو ٹھکانے لگانے کے لیے مناسب جگہ بھی ہو۔ یہ مناسب نہیں کہ آپ ان اضافی اشیاء کو راستے میں پھینک دیں اور لوگوں کو تکلیف پہنچائیں۔

اس وجہ سے ہم نے کہا کہ وہ اس مال کو ضائع کرے یعنی وہ اسے مسلمانوں کے مفادات پر خرچ کرے ایسا نہیں کہ مال کو ایسے ہی ضائع کردیا جائے مثلاً وہ اسے زمین پر پھینک دے یا اس کو کچرے کے ڈبے میں ڈال دے! میرے بھائی یوسف وہ اس منافع کو اسی جگہ خرچ کرے گا جو اس کے لیے انتہائی موزوں جگہ ہو۔ لیکن اس کا یہ خرچ کرنا خیرات کرنا نہیں ہوگا کہ جس پر اس کو اجر ملے گا۔ احمد نے اپنے مسند میں عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَالذي نفسي بيده...لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِنْ حَرَامٍ، فَيُنْفِقَ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَلَا يَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلَ مِنْهُ، وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ، وَلَكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ، إِنَّ الْخَبِيثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيثَ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو بندہ حرام مال کماتا ہے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ اس کے لیے برکت کا سبب نہیں، اور نہ ہی اس مال سے اس کا صدقہ قبول ہوگا، اور نہ ہی اسے اس مال کے چھوڑنے کا کوئی

فائدہ ہو گا سوائے اس کے لیے جہنم کی آگ میں اضافہ کرنے کے، بے شک اللہ عزوجل برائی کو برائی سے دفع نہیں کرتا بلکہ برائی کو نیکی سے دفع کرتا ہے، کیونکہ نجاست نجاست کو ختم نہیں کرتی"۔

مزید یہ کہ فقہاء سے یہ واضح طور پر منقول ہے کہ ایک بندہ اپنے حرام مال کو شریعت کے مطابق ہی خرچ کرے گا،اور دلیل میں وہ روایت ذکر کی ہے جو کہ ایک انصاری شخص کے متعلق عاصم ابن کلیب سے مروی ہے جو انھوں نے اپنے والد سے نقل کی: ایک انصاری شخص نے کہا کہ " ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں گئے۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبر پر دیکھا ، آپ ﷺ قبر کھودنے والے کو ہدایت دے رہے تھے:"پائینتی کی طرف کھلی کرو، سر کی طرف کھلی کرو" جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو آپ ﷺ کو ایک عورت کی طرف سے بلاوا ملا ۔ تو آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے آئے، کھانا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا پھر لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے اور کھانے لگے۔ ہمارے بڑوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک ہی لقمہ منہ مبارک میں چبائے جا رہے ہیں(اور نگلتے نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: إني أجد لحم شاة أخذت بغير إذن أهلها " میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے"(اس عورت کو بلوایا گیا) تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے بقیع کی طرف آدمی بھیجا کہ میرے لیے بکری خرید لائے مگر نہیں ملی۔ پھر میں نے اپنے ہمسائے کی طرف بھیجا جس نے ایک بکری خرید رکھی تھی، میں نے کہلوایا کہ اسی قیمت پر بکری مجھے دیدے مگر وہ نہیں ملا۔ تب میں نے اس آدمی کی بیوی کو کہلا بھیجا تو اس نے مجھے یہ بکری بھیج دی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أطعميه الأسارى "یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو"۔

دوسرے فقہاء نے مسلمانوں کے مفادات کی بجائے دیگر جامع الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ انھوں نے صدقہ کے مصارف پر خرچ کرنے کا کہا کہ اس کو غریبوں میں بانٹنا چاہیے یا مساجد کی تعمیر پر خرچ کرنا چاہیے کیونکہ یہ

> آپ ﷺ نے فرمایا: إني أجد لحم شاة أخذت بغير إذن أهلها
> "میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے

صدقہ کرنے کی جگہیں ہیں۔ یہ حنفیوں کی رائے ہے- حاشیہ ابن عابدین(3/223)، اور المالکیہ کی یہ رائے ہے جو الجامع لاحکام القرآن للقرطبی میں بیان ہوئی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ "اسے اللہ کی راہ یعنی جہاد میں خرچ کرو"۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی ایک رائے یہ بھی ہے جو وہ "مجموع الفتاوی" (28/401) میں فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص حرام مال حاصل کرے اور وہ اسے اس کے مالک کو نہ پہچاننے کی وجہ سے واپس نہ کر سکے تو وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اس کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔وہ شخص جس کے بہت زیادہ گناہ ہوں اس کا بہترین کفارہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے اور وہ شخص جو حرام مال سے چھٹکارہ حاصل کر کے توبہ کرنا چاہے لیکن وہ اس مال کو اس کے مالکان کو واپس نہیں کر سکتا تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس مال کو ان کے مالکان کی طرف سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، کیونکہ یہ اچھائی کا راستہ ہے جو اس کے لیے جہاد کے اجر کی وجہ سے نجات کا باعث ہے"۔اور اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں۔۔۔

آپ کے دوسرے سوال کا جواب جو کہ سبزی فروشی کے متعلق تھا: اور آپ کے سوال کا متن کچھ یوں ہے کہ۔۔۔

میں گھر گھر سبزیاں فروخت کرتا ہوں۔میں سبزی اس بازار سے خرید کر لاتا ہوں جو مجھ سے تقریباً چالیس کلومیٹر دور ہے۔بعض اوقات میں اشیاء تجارت(سبزیوں) میں خرابی یا داغ معلوم کر لیتا ہو۔۔۔ یہ ہماری معاشرتی روایت ہے کہ اگر رعایتی نرخ پر بیچنے والے یا پرچون پر فروخت کرنے والے کو اگر کسی چیز میں خرابی کی وجہ سے اس چیز کو واپس کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اس چیز کی قیمت کم کر دیتا ہے۔ اگر میں اس خرابی والی چیز کو اسی دن واپس کرتا ہوں تو میرے لیے آمدورفت کا خرچہ اس کی قیمت سے زیادہ مہنگا پڑتا ہے۔تو کیا یہ معاوضہ ہے جو کہ درست اور متاثرہ اشیاء میں فرق کی وجہ سے ہے، کیا خراب چیز کی کم قیمت ہمارے لیے لینا جائز ہے؟

اس کا جواب وہی ہے جو کہ " اسلام کا نظامِ اقتصاد" کتاب (کے صفحہ 210 انگریزی اور عربی کتاب میں

193) پر وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ۔۔۔

کسی مسلمان کے لیے سامان یا کرنسی میں کسی قسم کی ملاوٹ جائز نہیں، بلکہ اس پر فرض ہے کہ جو کچھ عیب ہیں اس کے بارے میں بتادے۔ اس میں جو کھوٹ ہیں اس کی بھی وضاحت کرے، زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کے لیے دھوکہ نہ دے، سامان کی قیمت کے لیے کرنسی میں جعل سازی نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قطعی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: المسلم أخو المسلم، ولا يحل لمسلم باع من أخيه بيعاً فيه عيب إلاّ بيّنه له " مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ کسی چیز کا عیب چھپا کر اپنے بھائی کو فروخت کرے"۔ بخاری نے حکیم بن حزامؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: البيّعان بالخيار ما لم يتفرقا، فإن صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما، وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما "خرید وفروخت والوں کو، جب تک وہ جدا نہیں ہو جاتے، اختیار ہے کہ سودے کو مکمل کریں یا ختم کر دیں۔ اگر وہ سچ بولے، صحیح بیان کرے تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی اور اگر چھپائے اور جھوٹ بولے تو ان کی تجارت کی برکت ختم ہو جائے گی"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ليس منا من غش "جس نے ملاوٹ کی (دھوکہ دیا) وہ ہم میں سے نہیں" اس کو ابنِ ماجہ اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

جس نے عیب چھپا کر اور دھوکہ دہی سے کوئی چیز حاصل کی وہ اس کا مالک نہیں بنے گا، کیونکہ یہ ملکیت کے وسائل میں سے ہی نہیں، بلکہ یہ ان وسائل میں سے ہے جو ممنوع ہیں اور یہ مال حرام ہے اس کو سُحت یعنی (خبیث) کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا يدخل الجنة لحم نبت من سحت، النار أولى به وہ گوشت (یعنی انسانی جسم) جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جو سُحت (حرام مال) سے بنا ہو، اس کے لیے آگ ہی بہتر ہے"

> **ابنِ ماجہ نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: المسلم أخو المسلم، ولا يحل لمسلم باع من أخيه بيعاً فيه عيب إلاّ بيّنه له "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ کسی چیز کا عیب چھپا کر اپنے بھائی کو فروخت کرے"**

اسے احمد نے جابر بن عبد اللہؓ سے نقل کیا ہے۔ عیب چھپانے کے ذریعے دھوکے کا انکشاف ہو جائے خواہ یہ سامان میں ہو یا کرنسی میں، تو جس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اس کو اختیار ہے چاہے تو عقد کو فسخ کر دے یا پھر جاری رکھے، اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ خریدار عیب دار سامان کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا عوض بھی لے یعنی عیب والے اور بے عیب کے درمیان فرق کو لے، ایسا کرنا اس کے لیے جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس نقصان (تاوان) کو لینے کا حکم نہیں دیا، بلکہ صرف دو چیزوں کا اختیار دیا ہے، یعنی چاہے چیز رکھ لے یا واپس کر دے، جیسا کہ بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

اس لیے اگر آپ نے سامان میں خریدنے کے بعد نقص پایا تو آپ کے پاس اختیار ہے کہ یا تو اس کو اس کے مالک کو واپس کر دیں اور جو رقم ادا کی ہے وہ واپس وصول کر لیں، اور یا پھر سامان کو نقص کے ساتھ قبول کر لیں۔ لیکن آپ اس نقص والے مال کو معاوضہ (ہرجانہ) سمیت قبول نہیں کر سکتے جو کہ عیب دار اور بے عیب اشیاء کی قیمتوں میں فرق کی وجہ سے ہے۔ آپ کے اور بازار، جس سے آپ نے اشیاء خریدی ہے، کے درمیان فاصلہ زیادہ ہونے سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے کہ ایک شخص کے پاس دو ہی چیزوں کا اختیار ہے: إن شاء أمسك، وإن شاء ردها "اگر چاہے وہ چیز رکھ لے یا واپس کر دے" جیسا بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابو رشتہ

15 شوال 1438 ہجری

بمطابق 9/7/2017 عیسوی

ختم شد

سوال وجواب: زکوٰۃ اور باپ بیٹے کا قرض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابو خالد کا سوال

سوال: اسلام علیکم و رحمت اللہ؛ میرا سوال زکوۃ اور قرضوں کے بارے میں ہے، مجھے امید ہے کہ آپ میرے سوال کا جواب دینے کے لیے وقت نکال پائیں گے۔ میرے والد پر بہت زیادہ قرض ہے۔ ہمارے ہاں روایتی طور پر بیٹے اور باپ کے مال کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے یعنی اگر باپ قرض نہ چکا سکے تو وہ خود بخود بیٹے کے ذمے آجاتا ہے۔ مجھے یہ جاننا ہے کہ اسلامی قانون میں اس مسئلے کی کیا وضاحت دی گئی ہے، خاص طور پر زکوۃ کے حوالے سے؟ کیا یہ قرض صرف میرے والد پر ہے اور وہی زکوۃ سے آزاد ہیں یا ہم دونوں مقروض ہیں اور ہم دونوں کو یہ قرض ادا کرنا ہوگا؟

جواب: شریعت میں باپ اور بیٹے کا مال ایک نہیں سمجھا جاتا اور اسی طرح باپ کا قرض بیٹے کا قرض نہیں ہوتا۔ لہٰذا باپ اپنے مال کا ذمہ دار ہوتا ہے اور بیٹا اپنے مال کا۔ شریعت نے باپ کے مال کے حقوق و فرائض قطع نظر بیٹے کے مال کے بیان کیے ہیں اور اسی طرح بیٹے کے مال کے حقوق و فرائض میں باپ کے مال کو ذکر میں نہیں لایا گیا کیونکہ ان دونوں (باپ بیٹے) کے لیے جدا جدا احکامات ہیں۔ مثلاً اگر باپ کے پاس نصاب کے برابر مال ایک سال سے زائد عرصہ کے لیے ہو تو اس پر زکوۃ فرض ہو جاتی ہے، قطع نظر اس بات کے کہ بیٹے کے پاس کتنا مال ہے۔ اور یہی حکم بیٹے پر بھی اسی طرح لاگو ہوتا ہے۔ ایک اور مثال لیتے ہیں: بیٹے کو اپنی محنت و مشقت کی اجرت طلب کرنے کا پورا حق ہے خواہ اس کے والد کے پاس کتنا ہی مال ہو۔ ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی قوانین کے مطابق ہر فرد کے لیے خاص احکامات ہیں۔

2۔ اس دلیل سے کہ بیٹے کا مال والد کا مال نہیں ہے، اور

اگر مرنے والے نے، خواہ باپ ہو یا بیٹا، کوئی وصیت کی ہے تو وراثت کی تقسیم سے قبل اس کو پورا کیا جائے گا چاہے وہ وارثین (خواہ باپ ہو یا بیٹا) کی خواہش کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ جائیداد کی تقسیم سے پہلے مرنے والے کے ذمے قرض کی ادائیگی بھی فرض ہے۔

والد کا مال بیٹے کے مال سے الگ ہے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ ا: بیٹا والدین کے تمام مال کا وارث نہیں بلکہ اس میں دوسروں بھی شریک ہوتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے" (النساء:11)۔ اور فرمایا: وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ، "اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس (میت) کی اولاد ہو" (النساء:11)۔

اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی وراثت میں باپ کے علاوہ اور لوگوں کو حصہ دیا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ مال بیٹے کی زندگی میں تو باپ کی ملکیت ہو اور اس کے مرنے کے بعد اس مال میں اور لوگوں کا بھی حصہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے مال میں اس کی ماں کو حصہ بیٹے کے مرنے کے بعد دیا ہے۔ چونکہ بیٹے کی وراثت میں اس کی موت کے بعد ماں کا بھی حصہ ہوتا ہے، اس لیے بیٹے کی وراثت کو صرف اس کے والد کا مال گرداننا غلط ہے۔

ب: اگر مرنے والے نے، خواہ باپ ہو یا بیٹا، کوئی وصیت کی ہے تو وراثت کی تقسیم سے قبل اس کو پورا کیا جائے گا چاہے وہ وارثین (خواہ باپ ہو یا بیٹا) کی خواہش کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ جائیداد کی تقسیم سے پہلے مرنے والے کے ذمے قرض کی ادائیگی بھی فرض ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو مال تقسیم کیا جا رہا ہے وہ مرنے والے کا ہے نہ کہ اس کے باپ یا بیٹے کا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: (مِنْ بَعْدِ

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ) [النساء: 11] "(یہ حصہ اس) وصیت کے بعد ہوگا جو وہ کر گیا تھا اور قرض ادا کرنے کے بعد"

لہٰذا جب ایک شخص کے لیے مرنے سے قبل وصیت کرنا جائز ہے اور جو وراثت کی تقسیم سے پہلے مرنے والے کے قرض کو ادا کرنا فرض ہے، تو یہ ممکن ہی نہیں کہ مرنے والے کے مال کو اس کے بیٹے یا والد کا مال سمجھا جائے۔

ج: قربانی کے متعلق حدیث میں احمد نے اپنی مُسند میں عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے سکھائیں، مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اس میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا، اور پھر وہ چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ، أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ»، ثُمَّ قَالَ: عَلَيَّ بِهِ، فَجَاءَهُ، فَقَالَ لَهُ: «أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى، جَعَلَهُ اللَّهُ عِيدًا لِهَذِهِ الْأُمَّةِ»، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيحَةَ ابْنِي، أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ، وَتُقَلِّمُ أَظْفَارَكَ، وَتَقُصُّ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَذَلِكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ»، "یہ آدمی کامیاب ہوا، یہ آدمی کامیاب ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس آدمی کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ آگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،" مجھے اللہ نے قربانی کا دن ماننے کا حکم دیا اور اس دن کو اللہ نے اس امت کے لیے عید (خوشی) کا تہوار بنایا ہے۔ اس آدمی نے پوچھا کہ اگر مجھے اپنے بیٹے کے اونٹ کے علاوہ اور کچھ نہ ملے تو کیا میں اسے اللہ کی راہ میں قربان کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، " نہیں لیکن اگر تم اپنے ناخن کاٹو، اپنے بال کاٹو، اپنی مونچھیں کاٹو اور اپنے ستر کے بال کاٹ لو تو تمہاری قربانی ہو جائے گی" ابو داؤد نے

> ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے پاس مال اور بچے ہیں، اور میرے والدین کے پاس بھی مال اور بچے ہیں، اور وہ اپنا اور میرا مال ایک کرنا چاہتے ہیں، لہذا نبی ﷺ نے فرمایا: « أنت ومالك لأبيك » "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے"

ایسا ہی روایت کیا ہے۔ اور شرح معانی الآثار میں بھی ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔ دار قطنی نے سنن میں یہ نقل کیا ہے کہ اس آدمی نے کہا کہ اگر میرے پاس میرے والد کے اونٹ یا میرے والد یا خاندان کے بھیڑ کے علاوہ کچھ نہ ہو تو کیا میں اسے قربان کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، " نہیں لیکن اگر تم اپنے ناخن کاٹو، اپنے بال کاٹو، اپنی مونچھیں کاٹو اور اپنے ستر کے بال کاٹ لو تو اللہ کے نزدیک تمہاری قربانی ہو جائے گی۔

اب جس طرح باپ کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے اونٹ کی قربانی کرے اور بیٹے کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ باپ کے اونٹ کی قربانی کرے، تو اس کا مطلب ہے کہ باپ کا مال بیٹے کا مال نہیں ہوتا۔

د: المواهب الجليل في شرح مختصر خليل (2/505) جو شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن الطرابلسی المغربی کی تصنیف کردہ ہے جو الرُعینی المالکی (المتوفی:954ھ) کے نام سے مشہور ہیں، میں بیان کیا گیا ہے:

"اگر کوئی مقروض ہو تو قرض کی واپسی کو حج کی ادائیگی پر ترجیح دینی چاہیے، یہ متفقہ رائے ہے، جبکہ والد کے قرض کی ادائیگی پر حج کو فوقیت حاصل ہے، ہم کہتے ہیں کہ چاہے یہ حج یا قرض کی ادائیگی فوری طور پر ہوں یا بدیر ہوں۔ یہ الطراز میں ذکر کیا گیا ہے اور متن یہ ہے کہ:'اگر اس کے پاس قرض اور پیسہ ہے، تو حج سے یہ بہتر ہے کہ قرض ادا کیا جائے، مالک نے الموازیۃ میں یہ کہا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ:'اگر اس کے والد پر قرض ہو تو کیا وہ قرض ادا کرے یا حج ادا کرے' انہوں نے کہا:''حج کرنا چاہیے اور یہ واضح ہے کیونکہ حج اس کا قرض ہے، فوراً یا بعد میں، جبکہ اس کے والد کا قرض اس کا فرض نہیں ہے چاہے فوری طور ہو یا بعد میں۔ فرض کو اس عمل پر ترجیح حاصل ہے جو فرض نہ ہو"۔

3:اسی طرح "تم اور تمہارا مال" کی حدیث کو سمجھا جاتا ہے: شرع مشکل الآثار میں بیان کیا گیا ہے: "جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے پاس مال اور بچے ہیں، اور میرے والدین کے پاس بھی مال اور بچے ہیں، اور وہ اپنا اور میرا مال ایک کرنا چاہتے ہیں، لہذا نبی ﷺ نے فرمایا: «أنت ومالك لأبيك» "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے"... میں نے ابن ابی عمران سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں کہا: «أنت ومالك لأبيك» "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے"... یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسا ابو بکرؓ نے آپ ﷺ سے کہا تھا، "اے اللہ کے رسول ﷺ، میں اور میرا مال آپ کے ہیں"۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مَا نَفَعَنِي مَالٌ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ "مجھے سب سے زیادہ فائدہ ابو بکر کے مال سے پہنچا ہے"۔ ابو ہریرہؓ سے مروی یہ حدیث کہ "نبی ﷺ نے فرمایا: مَا نَفَعَنِي مَالٌ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ "مجھے کسی اور مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے" سے مراد یہ ہے کہ جب ابو بکر نے کہا، "اے اللہ کے رسول ﷺ، میں اور میرا مال آپ کے ہیں" تو وہ اپنے اور اپنے مال سے متعلق رسول ﷺ کے تمام احکامات کو ایسے بجا لاتے ہیں گویا آپ ﷺ ہی اس مال کے مالک ہوں اور انہی کو تمام اختیار حاصل ہو۔ اور یہ اس شخص قول ہے جس سے مذکورہ بالا حدیث کے متعلق پوچھا گیا اور اس کا یہ مفہوم ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

اس کے علاوہ صحیح ابن حبان میں منقول ہے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا جس کا اپنے والد کے قرض کے بارے میں اپنے والد سے تنازع تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أنت ومالك لأبيك» "تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے"۔ ابو حاتم نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایسا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ شخص اپنے والد سے اجنبیوں جیسا سلوک نہ کرے اور اپنے لہجے اور عمل میں نرمی اور رحم لائے جب تک کہ اس کا باپ پیسے واپس نہ کر دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس شخص کا باپ اس کی مرضی کے بغیر اس کے پیسوں کا مالک بن گیا ہے۔ ابنِ رسلان کا قول ہے کہ حدیث میں لفظ 'لام' اباحت پر دلالت کرتا ہے اور یہ ملکیت والا 'لام' نہیں ہے۔ یہ پیسہ بیٹے کا ہے اور اس پر ان پیسوں کی زکوۃ بھی واجب ہے اور یہ پیسہ اس سے اس کی وارثوں کو بھی ملے گا۔

4: لہٰذا، اگر آپ کا پیسہ نصاب کے برابر ہو اور اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے اور آپ پر کوئی قرض بھی نہ ہو تو آپ اپنے پیسے پر زکوۃ ادا کرتے رہیں، اور آپ کے والد اپنے پیسے پر زکوۃ ادا کریں۔ اگر اپ کے والد اپنا قرض ادا کرتے ہیں اور باقی رقم نصاب سے زیادہ ہے، تو وہ باقی رقم پر زکوۃ ادا کریں کیونکہ یہاں مضبوط رائے یہ ہے کہ قرض ایک شخص کو زکوۃ کی ادائیگی سے بری کر دیتا ہے، اگر اس کا تمام پیسہ اس قرض کی ادائیگی میں استعمال ہو جائے یا اس کے نتیجے میں باقی مال نصاب سے کم ہو جائے۔ ہماری کتاب "ریاستِ خلافت میں اموال" میں صفحہ 150 پر زکوۃ کے بارے میں ذکر ہے کہ: "جو شخص مالدار ہو اور اس کے پاس ایک سال سے زائد عرصہ سے نصاب کے برابر پیسہ ہو اور اس پر قرض بھی ہو۔ اس کا یہ قرض اگر نصاب کے برابر ہو یا پھر اگر وہ جب اپنا قرض ادا کرے تو باقی کی رقم نصاب سے کم بچے تو اس صورت میں ایسے شخص پر زکوۃ واجب نہیں۔ مثلاً، اگر کسی کے پاس 1000 دینار ہوں اور اس پر قرض بھی 1000 دینار ہو یا اگر کسی کے پاس 40 سونے کے دینار ہوں اور اس کا قرض 30 سونے کے دینار کے برابر ہو تو ایسی

اگر آپ کا پیسہ نصاب کے برابر ہو اور اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے اور آپ پر کوئی قرض بھی نہ ہو تو آپ اپنے پیسے پر زکوۃ ادا کرتے رہیں، اور آپ کے والد اپنے پیسے پر زکوۃ ادا کریں۔ اگر اپ کے والد اپنا قرض ادا کرتے ہیں اور باقی رقم نصاب سے زیادہ ہے، تو وہ باقی رقم پر زکوۃ ادا کریں

صورت میں اس شخص پر کوئی زکوۃ واجب نہیں کیونکہ ان دونوں صورتوں میں باقی کی رقم نصاب سے کم بچتی ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر کسی کے پاس 1000 درھم ہوں اور اس پر قرض بھی 1000 درھم ہو تو اس پر کوئی زکوۃ نہیں۔" ابن قدامہ نے المغنی میں اسے بیان کیا۔ اگر قرض ادا کرنے کے بعد مال نصاب کے برابر ہو تو زکوۃ فرض ہو جاتی ہے، اس کی دلیل سائب بن یزید کی یہ روایت ہے کہ میں نے عثمان بن عفانؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "یہ زکوۃ کا مہینہ ہے۔ جو شخص بھی مقروض ہے وہ اپنا قرض ادا کردے تاکہ وہ اپنے مال پر زکوۃ دے"۔ ابنِ قدامہ سے المغنی میں ایک اور روایت ہے کہ " جو شخص بھی مقروض ہے وہ اسے ادا کرے اوراپنے باقی مال پر زکوۃ ادا کرے"۔ آپؓ نے صحابہ کی موجودگی میں یہ کہا اور انہوں نے انکار نہیں کیا جو کہ ان کے اجماع کو ظاہر کرتا ہے۔("ریاستِ خلافت میں اموال" کا بیان یہاں ختم ہوا)

لہٰذا، سوال کرنے والے کے والد کے پاس اگر پیسہ موجود ہے جو کہ نصاب سے زیادہ ہے اور اس پر ایک سال کی مدت گزر گئی ہے، لیکن اس پر قرض بھی ہے تو وہ قرض کو پیسے سے منہا کریں۔ اگر قرض پیسے سے زیادہ ہو، یا قرض کو منہا کرنے سے پیسہ نصاب سے کم بنے تو والد پر زکوۃ واجب نہیں لیکن اگر قرض کی مقدار نکالنے کے بعد باقی کی رقم نصاب کے برابر یا نصاب سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں زکوۃ فرض ہے اور والد کو اپنے مال میں سے زکوۃ دینی چاہیے۔

جہاں تک مقروض شخص کے بچوں کا تعلق ہے تو ان پر اپنے والد کا قرض چکانا فرض نہیں کیونکہ یہ ان کے باپ کا قرض ہے اور اس کی ادائیگی والد پر ہی فرض

بچوں کا اپنے والد کی مدد ان سے بھلائی کا معاملہ ہے لیکن جہاں تک فرض کا تعلق ہے تو بچے اپنا قرض ادا کرنے کے بعد زکوۃ ادا کریں۔ اگر ان کا مال ایک سال سے نصاب کے برابر ہو تو ان پر زکوۃ فرض ہے۔ اگر وہ ایک سال مکمل ہونے سے پہلے اپنے والد کا قرض ادا کریں تو اس صورت میں وہ ان پیسوں کی زکوۃ نہیں دیں گے

ہے نہ کہ بچوں پر۔ اگر آپ اپنے والد کی مالی مدد کریں گے تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر سکیں تو یہ آپ کا ان کے ساتھ حسنِ سلوک ہوگا اور اسلام میں والدین کے ساتھ بھلائی اور احسان کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے، وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا" اور والدین کے ساتھ بھلائی کیا کرو"(الاسراء:23)۔

اور بخاری نے روایت کی کہ:عن عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ eقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلاَةُ عَلَى مِيقَاتِهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

"عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ 'میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ بہترین عمل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نماز پڑھنا، میں نے کہا اور اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ بھلائی کرنا، میں کہا اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"۔

لہٰذا، بچوں کا اپنے والد کی مدد ان سے بھلائی کا معاملہ ہے لیکن جہاں تک فرض کا تعلق ہے تو بچے اپنا قرض ادا کرنے کے بعد زکوۃ ادا کریں۔ اگر ان کا مال ایک سال سے نصاب کے برابر ہو تو ان پر زکوۃ فرض ہے۔ اگر وہ ایک سال مکمل ہونے سے پہلے اپنے والد کا قرض ادا کریں تو اس صورت میں وہ ان پیسوں کی زکوۃ نہیں دیں گے کیونکہ یہ رقم زکوۃ کا حکم لاگو ہونے سے پہلے ہی ان کے مال سے خارج ہو چکی تھی۔ لہٰذا بچے باقی کے مال میں سے زکوۃ دیں گے اگر وہ نصاب کے برابر ہوا اور اس پر ایک سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہو۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابورشتہ

22شوال1438ھ

16جولائی2017

ختم شد

سوال وجواب: سعودی عرب میں کیا ہو رہا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

مورخہ 19 نومبر 2017 کو، المُدن کی ویب سائٹ نے بتایا کہ سعودی عرب میں جاری انسداد بدعنوانی مہم نے فوجی خدمات کو متاثر کرنا شروع کردیا ہے۔"سعودی عرب میں انسداد بدعنوانی مہم سے واقف ایک سعودی اہلکار نے بتایا کہ وزارت دفاع کے 14 ریٹائرڈ افسران اور نیشنل گارڈ کے دو افسران، کو مالی معاہدوں کی بدعنوانی میں ملوث ہونے کے شبہ میں گرفتار کیا گیا ہے" (المُدن: 19/11/2017)، اور یہ گرفتاریاں 4 نومبر 2017 سے شروع ہوئی جب شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کے ماتحت انسداد بدعنوانی کی کمیٹی قائم کی جس میں سابق وزراء، کاروباری رہنماؤں اور ان کے قریبی رفقاء کے اکاؤنٹس منجمد کردیئے گئے۔"رائٹرز ایجنسی نے بتایا۔تحقیقاتی کمیٹی نے بدھ کو پرنس محمد بن نائف، جو کہ سعودی خاندان کے سب سے اہم اراکین میں سے ایک رکن ہیں، کے بینک اکاؤنٹس اور ان کے خاندان کے قریبی اراکین کے بینک اکاؤنٹس کو منجمد کردیا ہے۔ بن نائف سابقہ ولی عہد ہیں جن کی جگہ بادشاہ نے اپنے بیٹے محمد بن سلمان کو ولی عہد مقرر کردیا تھا، ان کے علاوہ کمیٹی نے 11 اُمراء (emirs) کو بھی گرفتار کیا ہے ---" (بی بی سی عربی، 8 نومبر 2017)۔ سعودی عرب میں کیا ہو رہا ہے ؟ امریکہ اس تمام معاملے میں کہاں کھڑا ہے؟

جواب:

ہم آپ کو سعود خاندان اور ان سے منسلک لوگوں کے متعلق کچھ مختصر معلومات دیں گے تاکہ ہمارا جواب آپ پر واضح ہوسکے اور پھر ہم آپ کے سوال کی جانب متوجہ ہوں گے:

1۔ آلِ سعود (خاندانِ سعود) اسلامی ریاستِ خلافت کے خلاف استعماری کفار کے معاون و مددگار رہے ہیں۔ انہوں نے 1788ء میں کویت کے خلاف برطانوی استعمار کی مدد سے حملہ کیا، 1803-1804 میں مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔انہوں نے 1810 میں دمشق پر حملہ کیا، جس کے رہائشیوں نے بہادری سے اس کا دفاع کیا، لیکن پھر انہوں نے حلب اور دیگر شہروں پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے وہابی مذہب کو استعمال کیا، جبکہ انگریز نے انہیں اسلامی ریاست پر حملہ کرنے کے لئے استعمال کیا۔ لیکن پھر 1818ء میں اسلامی ریاست نے مصر کے گورنر محمد علی کے ذریعے آل سعود کی بغاوت کو ختم کردیا۔ برطانیہ نے آلِ سعود کو 1891ء میں مسلط کرنے کی کوشش کی مگر خلافتِ عثمانیہ نے کامیابی سے ان پر غلبہ حاصل کرلیا۔ برطانیہ انہیں 1901ء میں دوبارہ حرکت میں لایا، اور ان کے برطانیہ سے رابطے اور برطانوی حمایت کی حقیقت بے نقاب ہوگئی۔ برطانیہ نے خلافتِ عثمانیہ کی کمزوریوں اور پہلی جنگِ عظیم میں اس کی شمولیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آلِ سعود کو نجد اور حجاز کے لوگوں کے خلاف مضبوط کیا جنہوں نے آلِ سعود کے خلاف طویل عرصے تک جنگیں لڑیں، البتہ بالآخر آل سعود غالب ہوگئے اور ان کے علاقوں کا کنٹرول حاصل کرنے کے بعد برطانوی استعماری ریاست کی مدد سے 1932ء میں انہوں نے اپنی سلطنت کا اعلان کردیا۔

مگر جب امریکیوں نے سعودی سلطنت میں تیل دریافت کیا اور ملک کی دولت پر ان کی رال ٹپکنے لگی، توتبھی سے امریکہ کا اس ملک میں اپنے سیاسی اثر و رسوخ کے قیام کی کوششوں کا آغاز ہوا، جس کا ثبوت ان کی 1953ء میں بانی بادشاہ کے مرنے کے بعد شاہی خاندان کے ارکان، خاص طور پر تخت کے وارثوں، عبدالعزیز کے بیٹوں کو امریکہ کے حمایت میں کرلینا تھا، پس یوں ملک میں برطانیہ اور امریکہ کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوگیا۔

مگر جب امریکیوں نے سعودی سلطنت میں تیل دریافت کیا اور ملک کی دولت پر ان کی رال ٹپکنے لگی، توتبھی سے امریکہ کا اس ملک میں اپنے سیاسی اثر و رسوخ کے قیام کی کوششوں کا آغاز ہوا۔ پس یوں ملک میں برطانیہ اور امریکہ کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوگیا۔

2۔ اب جبکہ امریکی ایجنٹ سلمان کو کنٹرول حاصل ہوا ہے تو اس نے برطانوی ایجنٹوں اور جو ان کی پیروی کررہے ہیں کو ہٹانا شروع کردیا ہے۔ اس سے پہلے سابق شاہ عبداللہ، برطانیہ سے منسلک تھا، جس نے اپنی موت سے پہلے اقتدار میں برطانوی ایجنٹوں کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی، مگر خاندانی روایات نے اسے سلمان بن عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کرنے پر مجبور کردیا تھا تاکہ شاہی خاندان میں استحکام برقرار رہے۔ عبداللہ جانتا تھا کہ اس کا بھائی امریکیوں کا ایجنٹ ہے ؛اسی وجہ سے، اس نے اپنی زندگی ہی میں ایک نئ حیثیت متعارف کرائی کہ سلمان بن عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنانے کے ساتھ اپنے دوسرے بھائی مقرن بن عبدالعزیز جو کہ برطانوی ایجنٹ تھا کو ولی عہد کا ولی عہد مقرر کردیا، تاکہ برطانیہ کے اثرورسوخ کو یقینی بنایا جاسکے، کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ سلمان عمر رسیدہ اور بیمار ہے جس کی وجہ سے سلمان کی وفات تک حکومتی معاملات پر مقرن ہی کا اختیار رہے گا اور بعد میں وہ آرام سے حکومت حاصل کرلے گا، جیسا کہ پہلے بھی ہوا جب شاہ فہد عمر رسیدہ اور بیمار تھا، اور وہ، یعنی عبداللہ ولی عہد بن گیا اور اختیارات اُسی کے ہاتھ میں تھے، اور جب 2005ء میں فہد کی وفات ہوئی، تو عبداللہ نے آرام سے اقتدار حاصل کرلیا۔

لیکن 2015 کے شروع میں عبداللہ کی وفات کے بعد سلمان نے اقتدار سنبھالنے کے بعد جو کچھ کیا وہ عبداللہ کے اندازے میں نہیں تھا؛ سلمان نے "مقرن" کو ہٹا کر محمد بن نائف کو ولی عہد اوراپنے بیٹے محمد بن سلمان کو نائب ولی عہد مقرر کردیا، اور بہت سے لوگوں کو، جو حساس عہدوں میں عبداللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے تھے، ہٹا دیا۔ اور 21جون 2017 تک سلمان نے اپنے بیٹے کو مضبوط بنانے کے بعد محمد بن نائف کو ہٹا کر اپنے بیٹے محمد بن سلمان کو ولی عہد مقرر کردیا اور کسی کو اس کا نائب ولی عہد مقرر نہیں کیا۔

سلمان نے اقتدار سنبھالنے کے بعد جو کچھ کیا وہ عبداللہ کے اندازے میں نہیں تھا؛ سلمان نے "مقرن" کو ہٹا کر محمد بن نائف کو ولی عہد اوراپنے بیٹے محمد بن سلمان کو نائب ولی عہد مقرر کردیا، اور بہت سے لوگوں کو، جو حساس عہدوں میں عبداللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے تھے، ہٹا دیا۔

3۔ ہم نے شاہ عبداللہ کی وفات اور سلمان کے بادشاہ بننے کے بعد 25جنوری 2015ء کو ایک سوال کے جواب میں ذکر کیا تھا کہ: "موجودہ بادشاہ، سلمان، وزارتِ دفاع سے ہے، لہٰذا یہ امید کی جاتی ہے کہ امریکی اثرورسوخ سلمان کی حکمرانی پر اثرانداز ہوگا۔ شاہ عبداللہ کو بھی اس بات کا احساس تھا، اور اسی وجہ سے اُس نے سعودی عرب میں ایک نئی روایت قائم کی تھی، یعنی شاہ عبداللہ نے اپنا ولی عہد ہی نہیں بلکہ نائب ولی عہد کو بھی منتخب کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سلمان بن عبدالعزیز امریکی ایجنٹ ہے، اور عام روایات کے برعکس کہ جس میں بادشاہ صرف اپنا ہی ولی عہد مقرر کرتا ہے شاہ عبداللہ نے مقرن بن عبدالعزیز کو نائب ولی عہد، یعنی سلمان کا ولی عہد خود ہی مقرر کردیا تھا، تاکہ سلمان بادشاہ بننے کے بعد امریکی ایجنٹوں میں سے کسی کو اپنا ولی عہد نہ مقرر کرسکے"۔ ہم نے اسی سوال کے جواب میں ذکر کیا تھا: "مقرِن انگریزوں کے ساتھ اپنے تعلقات کے لئے جانا جاتا ہے۔ اُس نے برطانیہ کے مشہور کرینویل اسکول (Cranwell School) سے گریجویشن کی ہے۔ اُسے سابق شاہ عبداللہ کا اعتماد حاصل تھا، اور وہ اُس کے قریبی ساتھیوں میں سے بھی تھا۔ سلمان بن عبدالعزیز کے بعد امریکہ کے تسلط کے تسلسل کو روکنے کے لئے سابق بادشاہ نے نائب ولی عہد کے عہدے کا اعلان کیا تھا۔ شاہ عبداللہ نے اس تقرری کی تصدیق کرتے ہوئے نائب ولی عہد کو ہٹانے پر پابندی کا ایک فرمان جاری کیا تھا"۔ لیکن انگریزوں کے اندازے غلط ثابت ہوئے کیونکہ سلمان نے عہد شکنی کرتے ہوئے، قانون اور روایات کو ایک طرف رکھ دیا اور اپنی مرضی کرتے ہوئے مقرِن کو ہٹایا اور محمد بن نائف کو عارضی طور پر مقرر کیا اور پھر اس کو بھی ہٹا کر اپنے بیٹے محمد کو ولی عہد مقرر کردیا اور اسے مختلف اہم عہدوں کے اختیارات سونپ دیے یہاں تک کہ وہ اکیلا ہی نہایت طاقتور بن گیا ہے۔

4- جیسے ہی شاہ سلمان نے 4نومبر 2017 کو اپنے بیٹے، ولی عہد محمد بن سلمان، کے ماتحت ایک اعلیٰ سطح انسداد بدعنوانی کمیٹی تشکیل دینے کا اعلان کیا، تو سیکورٹی فورسز نے 11 امیروں اور چار موجودہ وزراء کو

گرفتار کرلیا اور فوری طور پر انہیں عہدوں سے برطرف کردیا۔ یہ سب کچھ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ کوئی عام واقعات اور انسداد بدعنوانی کے خلاf اقدامات نہیں ہیں، بلکہ یہ سب تو ایسا ہے جیسے کسی بغاوt کے کچلنے میں ہوتا ہے کہ جس میں فوری طور پر گرفتاریاں اور برطرفیاں اور فردِ جرم عائد کی جاتیں ہیں۔ اس کے علاوہ، گرفتار ہونے والوں میں سابق وزراء، کاروباری رہنما اور ان کے قریبی رفقاء شامل ہیں، جبکہ ان سب کے اکاؤنٹس بھی منجمد کردیئے گئے ہیں۔ یہ تقریباً 1700 بینک اکاؤنٹس ہیں، جن میں "ہر گھنٹے اضافہ ہورہا ہے" (رائٹرز)۔ جن لوگوں کے بینک اکاؤنٹس منجمد کیے گئے ہیں ان میں محمد بن نائف کا اکاؤنٹ اور ان کے خاندان کے بہت سے قریبی ارکین کے اکاؤنٹس بھی شامل ہیں۔ یاد رہے محمد بن نائف کو حال ہی میں ولی عہد کے عہدے سے محروم کیا گیا تھا۔ رائٹرز ایجنسی نے رپورٹ کیا: "سعودی حکام نے کہا ہے کہ جن پر زیادہ شبہ ہے انہی افراد کو حراست میں لے لیا گیا ہے، جس میں شاہی خاندان کے اراکین اور کاروباری افراد شامل ہیں، اس کے علاوہ منیجرز اور نچلی سطح کے حکام کو بھی شامل کیا ہے"۔ اس طریقہ کار سے بغاوت کے برپا ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس مہم کو بڑھا کر اس میں سابق بادشاہ کے بچوں ؛نیشنل گارڈز جو کہ فوج کے ساتھ ساتھ طاقت کا دوسرا بڑا ادارہ ہے، اس کے وزیر متیب بن عبداللہ، اور اس کے بھائی ترکی بن عبداللہ، جو کہ ریاض کا سابق امیر تھا ،کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ متیب بن عبداللہ رائل ملٹری اکیڈمی سینڈہرسٹ برک شائر، انگلینڈ، سے لیفٹیننٹ کے رینک کا گریجویٹ ہے۔ یہ ایک برطانوی فوجی اکیڈمی ہے کہ جس سے عام طور پر صرف برطانوی ایجنٹوں کو تربیت اور گریجویشن کرائی جاتی ہے، اور ان سے پہلے یہیں سے خلیج کے بہت سے شہزادوں اور اردن کے بادشاہوں اور شہزادوں نے گریجویشن کی ہے۔ متیب کے بھائی ترکی بن عبداللہ نے برطانوی یونیورسٹی آف ویلز سے فوجی اور اسٹریٹجک سائنس میں ماسٹر ڈگری حاصل کی ہے، اُسے سلمان نے ریاض کے امیر کے عہدے سے برطرف کردیا

گرفتار ہونے والوں میں سابق وزراء، کاروباری رہنما اور ان کے قریبی رفقاء شامل ہیں، جبکہ ان سب کے اکاؤنٹس بھی منجمد کردیئے گئے ہیں۔ یہ تقریباً 1700 بینک اکاؤنٹس ہیں، جن میں "ہر گھنٹے اضافہ ہورہا ہے" (رائٹرز)۔

تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ امریکہ کو بدعنوانی کے الزامات کے ذریعے برطانوی ایجنٹوں کو ختم کرنے کا ایک طریقہ مل گیا ہے۔

لہٰذا، اس نے سلمان اور اس کے بیٹے محمد کو ہدایت دی ہے کہ یہ طریقہ کار اختیار کیا جائے کیونکہ بہت سی حکومتیں بدعنوانی کا الزام لگا کر اپنے مخالفین کو ہٹا دیتی ہیں۔ ایسا کرنا آسان ہے کیونکہ تقریباً تمام سابقہ اور موجودہ حکومتیں، بدعنوانی، رشوت، عوامی فنڈز کی چوری، اقربا پروری، اور ایسے منصوبوں کہ جن میں قانون کی خلاف ورزیاں کی گئی ہوں، اپنے اور اپنے قریبی لوگوں کے لئے دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا، عوام کے ساتھ ناانصافی اور اپنے عہدوں کا غلط استعمال کرنا، جیسے معاملات میں ملوث رہی ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ بدعنوانی کیا ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی نہ کی جائے بلکہ کافر استعماری ممالک کے قوانین کی پیروی کی جائے؟

5۔ ہمیں اس مہم کے لئے امریکہ کی حمایت نظر آتی ہے اور ان لوگوں کے لئے بھی کہ جنہوں نے اسے سر انجام دیا۔ مورخہ 6 نومبر 2017 کو امریکہ کے صدر نے ٹویٹر پر ٹویٹ کرتے ہوئے کہا کہ: "مجھے سعودی عرب کے شاہ سلمان اور ولی عہد پر بہت زیادہ اعتماد ہے، انہیں اچھی طرح پتا ہے کہ وہ کیا کررہے ہیں"۔ اس کے بعد ٹرمپ نے ایک اور ٹویٹ میں کہا: "کچھ لوگ کہ جن سے سختی سے پیش آیا گیا ہے، وہ سالوں سے اپنے ملک کو 'نچوڑ' رہے تھے"۔ سعودی پریس ایجنسی نے بتایا کہ "ان سیاسی اور سیکیورٹی واقعات کے دوران مورخہ 5 نومبر 2017 کو شاہ سلمان اور امریکی صدر کی ٹیلی فون پر بات چیت ہوئی ہے کہ جس میں مختلف شعبوں اور طریقوں سے دونوں ممالک کے درمیان تعاون بڑھانے پر تبادلہ خیال ہوا"۔ رائٹرز نے 4 نومبر 2017 کو رپورٹ کیا کہ، "ٹرمپ نے شاہ سلمان سے بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ شکر گزار ہوگا کہ اگر ریاض سعودی تیل کمپنی آرامکو (Aramco) کے حصص کو نیویارک سٹاک ایکسچینج پر لسٹ کرے۔ جس پر شاہ سلمان نے جواب دیا کہ وہ اس معاملے کا مطالعہ کرے گا"۔ رائٹرز نیوز ایجنسی نے 7 نومبر 2017 کو امریکی وزیر خارجہ کے

ترجمان ہیتھر نورٹ (Heather Nauert) کے حوالے سے بتایا کہ "ہم سعودی حکام کی ان بدعنوان اہلکاروں پر مقدمات چلانے کے لئے حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے؛ اور ہمیں توقع ہے کہ حکام ان لوگوں کے ساتھ منصفانہ اور شفاف انداز میں کارروائیاں کرینگے"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ ہی اس مہم کے پیچھے کھڑا ہے اور اس کی حمایت کررہا ہے اور امریکہ کی طرف سے ہی ان ناپسندیدہ افراد کے خلاف کاروائیاں ہورہی ہیں کہ جن کی وفاداری پر اُس کو شک ہے یا وہ برطانیہ کے ایجنٹ ہیں، جبکہ شاہ سلمان اور اس کا ولی عہد بیٹا تیز رفتاری سے ملک کو امریکیوں کے ہاتھوں فروخت کررہے ہیں۔

6۔ جو چیز اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ مہم خالصتاً سیاسی ہے تو وہ یہ ہے کہ کمیٹی نے فوری طور پر حکومت میں موجود اہم افراد، ان کے خاندان والوں اور بادشاہ کے رشتہ داروں کو گرفتار اور ان کے اکاونٹس کو منجمد کرنا شروع کردیا تھا۔۔۔لہٰذا، یہ معاملہ خالصتاً سیاسی ہے، اور اس کا بدعنوانی ختم کرنے اور اصلاحات کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، خاص طور پر جبکہ سلمان اور اس کا بیٹا خود بدعنوانی اور عوامی فنڈز کو ضائع کرنے کے جرم میں ڈوبے ہوئے ہیں، جس میں 460 بلین ڈالر مفت امریکہ کو عنایت میں دینا بھی شامل ہے۔ سعودی پریس ایجنسی کی طرف سے نشر کیے گیے بیان میں نظام کی مخالف با اثر قوتوں کے لئے نہایت تلخ لہجہ اپنایا گیا؛ بیان میں کہا گیا تھا کہ، "کمیٹی کا قیام بعض کمزور کردار کے لوگوں کے لئے تھا جنہوں نے عوام کے مفادات پر خود کو ترجیح دی، استحصال کرتے ہوئے عوام کا پیسہ چرایا، انہیں نہ اپنے مذہبی ضمیر کا، نہ اخلاقیات کا، اور نہ ہی ملک کا کوئی خیال ہے۔ اپنے اثر و رسوخ اور اختیار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے دیئے گئے پیسے کو خرد برد کیا، اور اپنے شرمناک اعمال کو چھپانے کے مختلف طریقے استعمال کئے"۔ اور پھر مورخہ 4 نومبر 2017 کو کمیٹی کے قیام کے فوری بعد گرفتاریاں تیز کردی گئیں۔

> یہ تحقیقات شاہی خاندان کے اثر و رسوخ رکھنے والے افراد کے دہائیوں کے ریکارڈ کو نکال نکال کر کی گئی ہے، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ مسئلہ ولی عہد محمد بن سلمان کا اقتدار اور حکومت پر اپنا اثر و رسوخ مضبوط کرنے کا بہانہ ہے۔

7۔ اس کے بعد 5 نومبر کو 2017 خاص طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ ایسر کے علاقے کے ڈپٹی گورنر، شہزادہ منصور بن مقرن، اپنے چند اہلکاروں کے ساتھ ہیلی کاپٹر حادثے میں ہلاک ہوگئے ہیں۔ جس طرح کے حالات میں یہ واقع ہوا اس نے شک و شبہات کو پیدا کیا، خاص طور سے اس لئے کیونکہ یہ شہزادہ مقرن بن عبدالعزیز کا بیٹا تھا، جو کہ سابقہ ولی عہد ہے جسے سلمان نے ہٹایا تھا جب وہ بادشاہ بنا تھا۔

گرفتار افراد کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کرگئی ہے۔ سعودی اٹارنی جنرل سعودی المجب نے بتایا: "208 افراد کو بدعنوانی کے الزامات کی تحقیقات کے سلسلے میں طلب کیا گیا تھا، جس میں سے سات افراد کو ناکافی ثبوت کی بنا پر چھوڑدیا گیا ہے۔۔۔ ابتدائی تحقیقات کے مطابق، دہائیوں پر محیط طویل مالی بے ضابطگیوں کی جو رقم بنتی ہیں اس کی مقدار تقریباً 100 ارب امریکی ڈالر سے زائد ہوسکتی ہے" (الحیات، 9/11/2017)۔

یہ تحقیقات شاہی خاندان کے اثر و رسوخ رکھنے والے افراد کے دہائیوں کے ریکارڈ کو نکال نکال کر کی گئی ہے، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ مسئلہ ولی عہد محمد بن سلمان کا اقتدار اور حکومت پر اپنا اثر و رسوخ مضبوط کرنے کا بہانہ ہے ورنہ دوسری صورت میں حالات اس کے ہاتھ سے نکل سکتے ہیں اگر اس نے نظام میں اور معاشرے میں غیر معمولی تبدیلیاں نہ کیں، کیونکہ حقیقت میں اس نے ولی عہد کے طور پر خاندانی رواج کے برخلاف اُس وقت تخت کی وراثت حاصل کی ہے کہ جب وہ اُس کا اہل نہیں ہے۔۔۔

8۔ لہٰذا جو کچھ سعودی عرب میں نام نہاد انسداد بدعنوانی کی مہم کے نام پر کیا جارہا ہے وہ دراصل برطانیہ کا اثر و رسوخ ختم کرنے اور بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی روک تھام ہے، تاکہ شاہ سلمان کسی دشواری اور مخالفت کے بغیر محفوظ طریقے سے اقتدار اپنے بیٹے کو منتقل کرسکے، ورنہ دوسری صورت۔۔۔۔۔

بقیہ صفحہ 23 پر

حزب التحریر ولایہ پاکستان: القدس کی آزادی کے لئے مظاہرے

پریس نوٹ

پاکستان کے موجودہ حکمرانوں نے پاک فضائیہ کے سکواڈرن-5 "فیلکن" کے F-16C/D، جنگی طیارے 15 سے 26 اگست 2016 کے درمیان امریکہ کے علاقے نیواڈا کے فضائی ہوائی اڈے پر ہونے والی ریڈ فلیگ 16-4 فضائی لڑائی کی مشقوں میں شرکت کرنے کے لیے 7700 میل دور بھیجے تھے۔ ان تربیتی مشقوں میں یہودی وجود کے طیاروں نے بھی شرکت کی تھی اور اس طرح یہودی جابروں کو مسلم دنیا کی واحد ایٹمی طاقت کی فوجی صلاحیتوں کا براہ راست مشاہدہ کرنے کا سنہری موقع ملا۔ یکم ستمبر کو "دی ٹائمز آف اسرائیل" نے فخریہ دعوی کیا کہ "اس ہفتے اسرائیلی طیارے نیواڈا کے صحرا میں امریکی فضائیہ کی ریڈ فلیگ مشقوں میں پاکستانی اور متحدہ عرب امارات کے طیاروں کے ساتھ پرواز کر کے واپس آئے ہیں۔
(https://www.timesofisrael.com/israeli-pilots-return-home-after-flying-alongside-pakistan-uae-in-us-drill/)

ایک ایسے وقت میں جب پاکستان کے مسلمان بے وقوف اور جابر ٹرمپ کی جانب سے القدس کو یہودی وجود کا دار لحکومت تسلیم کرنے کے اعلان کے بعد غصے سے آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑے ہیں، ہم حکمرانوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر پاکستان کے حکمران یہودی وجود کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہمارے جنگی طیارے 7700 میل دور بھیج سکتے ہیں تو پھر ہمارے جنگی طیاروں کو القدس کی آزادی کے لیے کیوں نہیں بھیجتے جس کا فاصلہ تو امریکہ کے مقابلے میں ایک تہائی بھی نہیں ہے؟ اس کے علاوہ پاکستان کے شاہین-3 میزائل 1700 میل (2750 کلو میٹر) دور تک وار کر سکتے ہیں اور مغرب میں یہودی جابروں اور مشرق میں برمی قصائیوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔

اے پاکستان کے مسلمانو! مسجد الاقصیٰ کی آزادی کے لیے حزب التحریر ولایہ پاکستان آپ کے درمیان موجود ہے، مظاہروں، ملاقاتوں، پمفلٹ کی تقسیم اور سوشل میڈیا کے ذریعے آپ سے مخاطب ہے۔ حزب التحریر آپ کو یقین دلاتی ہے کہ ہماری افواج نہ صرف مسجد الاقصیٰ کو آزاد کرانے کی خواہش رکھتیں ہیں بلکہ اس کی صلاحیت بھی ان کے پاس ہے۔ یہودی قبضے اور صلیبیوں کا دفاع کرنے والے ان حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے آپ پر لازم ہے کہ آپ حزب التحریر کے ساتھ جدوجہد کریں۔ یہ حکمران ہماری افواج، اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور مقبوضہ مسلم علاقوں کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ الاقصیٰ کی آزادی کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے عائد اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے آپ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کے شباب کے ساتھ جدوجہد کریں۔ اس کے بعد ہی خلیفہ راشد اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے افواج میں موجود آپ کے بیٹوں کی قیادت کرے گا اور رسول اللہ ﷺ کے اسراء، ہمارے قبلہ اول اور تیسری مقدس مسجد کی آزادی کے لیے ان کی رہنمائی کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ** "بے شک امام (خلیفہ) ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے" (صحیح مسلم)۔

اے افواج پاکستان میں موجود مسلمانو! الاقصیٰ اور پورے فلسطین کی آزادی آپ کی ذمہ داری ہے کیونکہ آپ واشنگٹن اور تل ابیب کی نہیں بلکہ مسلمانوں کی افواج ہیں۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ میں سے اکثر اسلام کی حمایت میں اور یہود اور جو یہود کی حمایت کرتے ہیں ان سے لڑنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ موجودہ حکمران آپ کے پیروں میں پڑی بیڑیاں ہیں، جو آپ کو شہادت یا کامیابی میں سے کسی ایک منزل کو حاصل کرنے میں ایک رکاوٹ کی طرح کھڑے ہیں۔ لہٰذا ان بیڑیوں کو کاٹ ڈالیں، غدار حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکیں اور اس خلیفہ راشد کی تعیناتی کی لیے حزب التحریر کو نصرۃ فراہم کریں جو مسجد الاقصیٰ اور پورے فلسطین کی آزادی کے لیے آپ کی قیادت کرے گا۔ اس کے بعد آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہو گا جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، **تَقْتَتِلُونَ أَنْتُمْ وَيَهُودُ حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي تَعَالَ فَاقْتُلْهُ** "تم یہود سے لڑو گے اور ان کو مارو گے یہاں تک کہ پتھر بولے گا "اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آؤ اور اس کو مار ڈالو" (صحیح مسلم)۔ لہٰذا ان لوگوں میں سے ہو جاؤ کہ لڑائی میں جن کی مدد درخت اور پتھر کریں گے، انشاء اللہ، جو کہ اُن لوگوں کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا اور اللہ کی نظر میں ان کے بلند مقام کی نشانی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو ماضی میں کسی کو نہیں دیا گیا اور اب آپ اسے حاصل کر سکتے ہیں اگر آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل کر کے آگے بڑھیں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

WE NEED
SALAH UDDIN
TO LIBERATE

اے افواج پاکستان!
امریکہ کا اتحاد اسکے منہ پر دے مارو
اور قبلہ اول کو آزاد کرنے کیلئے حرکت میں آؤ

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس